ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۳ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ
۳۱ مئی ۱۹۶۸ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ فِیْہِمْ فَذَکَرَ اَنَّ الْجِہَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰہِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَتُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "کَیْفَ قُلْتَ؟" قَالَ: اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَتُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لِیْ ذٰلِکَ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ:- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ تعالےٰ پر ایمان لانا سب سے افضل اعمال ہیں (یہ سن کر) ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ فرمائیے کہ اگر میں راہِ خدا میں مارا جاؤں تو کیا میرے گناہوں کی معافی ہو جائے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہاں! اگر تم راہ خدا میں مارے جاؤ۔ اور جمے رہو۔ اور ایمان کے ساتھ امید ثواب رکھو (میدان میں) دشمن کی طرف رُخ کئے رکھو۔ اور پشت پھیر کر نہ بھاگو (تو گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے (ابھی کیا کہا تھا؟ اس نے عرض کیا۔ فرمائیے۔ اگر میں راہِ خدا میں مارا جاؤں، تو کیا میرے گناہ معاف معاف ہو جائیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ ہاں! بشرطیکہ تم جمے رہو۔ اور ایمان کے ساتھ ثواب کی امید رکھو دشمن کی طرف منہ رکھو۔ اور پشت نہ پھیرو، البتہ قرض معاف نہ ہو گا۔ اس لئے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہی (حکم الٰہی) پہنچایا ہے۔ (مسلم)

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: اَیْنَ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنْ قُتِلْتُ؟ قَالَ: فِی الْجَنَّةِ" فَاَلْقٰی تَمَرَاتٍ کُنَّ فِیْ یَدِہٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ. رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں) کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ اگر میں (راہ خدا میں مارا جاؤں۔ تو کس جگہ ہوں گا؟ آپؐ نے فرمایا۔ جنت میں (یہ سن کر) جو کھجوریں اس کے ہاتھ میں تھیں، اس نے پھینک دیں پھر قتال کیا، حتیٰ کہ شہید ہو گیا (مسلم)

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اِنْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ حَتّٰی سَبَقُوا الْمُشْرِکِیْنَ اِلٰی بَدْرٍ وَجَاءَ الْمُشْرِکُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "لَا یَقْدَمَنَّ اَحَدٌ مِّنْکُمْ اِلٰی شَیْءٍ حَتّٰی اَکُوْنَ اَنَا دُوْنَہٗ" فَدَنَا الْمُشْرِکُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "قُوْمُوْا اِلٰی جَنَّةٍ عَرْضُہَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ" قَالَ یَقُوْلُ عُمَیْرُ بْنُ الْحُمَامِ الْاَنْصَارِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ جَنَّةٌ عَرْضُہَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ؟ قَالَ نَعَمْ" قَالَ: بَخٍ بَخٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَحْمِلُکَ عَلٰی قَوْلِکَ بَخٍ بَخٍ؟" قَالَ لَا وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِلَّا رَجَاءَ اَنْ اَکُوْنَ مِنْ اَہْلِہَا قَالَ: فَاِنَّکَ مِنْ اَہْلِہَا" فَاَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِّنْ قَرَنِہٖ فَجَعَلَ یَاْکُلُ مِنْہُنَّ ثُمَّ قَالَ: لَئِنْ اَنَا حَیِیْتُ حَتّٰی اٰکُلَ تَمَرَاتِیْ ہٰذِہٖ اِنَّہَا لَحَیَاةٌ طَوِیْلَةٌ فَرَمٰی بِمَا کَانَ مَعَہٗ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَہُمْ حَتّٰی قُتِلَ، رَوَاہُ مُسْلِمٌ، اَلْقَرَنُ بِفَتْحِ الْقَافِ وَالرَّاءِ ہُوَ جُعْبَةُ النُّشَّابِ۔

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ (واقعہ بدر نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب چل دیئے۔ اور مشرکین سے پہلے بدر پہنچ گئے۔ اور مشرکین بھی آ گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے کوئی کسی چیز کی طرف پیش قدمی نہ کرے۔ پھر جب مشرکین قریب آ گئے تو رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ اب جنت میں جانے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ جس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے (حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں) کہ عمیرؓ بن الحمام الانصاری کہنے لگے کہ یا رسول اللہ جنت کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہاں (جنت کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے) حضرت عمیرؓ نے کہا واہ! واہ!! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ حضرت عمیرؓ نے عرض کیا کہ نہیں خدا کی قسم! ــ یا رسول اللہ میں نے یہ بات صرف اس امید پر کہی تھی کہ میں بھی جنت والوں میں سے ہو جاتا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم اہل جنت میں شامل ہو تو حضرت عمیرؓ نے کچھ چھوہارے اپنے ترکش میں سے نکالے اور انہیں کھانا شروع کیا، پھر کہنے لگے۔ کہ اگر میں اپنے ان چھوہاروں کو ختم کرنے تک زندہ رہا۔ تو بڑا وقت ہو جائے گا (یہ کہہ کر) جو کچھ چھوہارے ان کے پاس تھے انہیں پھینک دیا اور کفار سے قتال کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گئے (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

"القرن" قاف اور راء کے زبر کے ساتھ ہے، تیر رکھنے کا تھیلہ (ترکش)۔

خدام الدین
لاہور

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۴ | ۳ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۶۸ء | شمارہ ۴

روزنامہ جنگ کے ایک شذرہ پر

مولانا عبد الکریم (کلاچی)

روزنامہ جنگ ۸ مئی ۶۸ء نے علماء کا مظاہرہ کے عنوان سے جو شذرہ سپرد قلم کیا ہے کہنے کو تو وہ علماء کی تعریف وتحسین اور ان کو ہدیہ تبریک کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ علماء پر طویل غفلت کے الزام غیر اسلامی مساوات کی پرچار اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مرکز تحریف ادارہ تحقیقات اسلامی کی کھلی تائید اور بے جا و ناروا توصیف پر مشتمل ہے۔ گویا علماء اسلام سے وابستہ لاکھوں مسلمانوں سے زہر کی یہ گولی تو لیف علماء کی شیرینی میں لپیٹ کر نگلوانے کی سعی نا مشکور کی گئی ہے۔ لاقانزہ اللہ۔

چنانچہ روزنامہ مذکور نے جہاں علماء کے مظاہرہ کو برصغیر کی تاریخ کا پہلا واقعہ قرار دیا اور اس طرح ان کی تحسین کی اسی سانس میں ان پر طویل غفلت کا بے جا الزام دھر کر یہ بھی کہہ دیا ہے کہ بدقسمتی سے اب تک اس طرف توجہ نہ دی گئی تھی۔ حالانکہ توجہ نہ دی گئی تھی کا الزام واقعہ نہیں بلکہ واقعات سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ ۱۸ صفر ۸۸ھ کے ترجمان اسلام لاہور نے اس پر مختصراً ٹھیک لکھا ہے کہ یہ خیال صحیح نہ ہوگا کہ معاشی واقتصادی مسائل پر علماء دین نے پہلی مرتبہ لب کشائی کی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں معاشی امور و مسائل کو سب سے پہلے واضح کرنے والے علماء حق ہی تھے۔ صدیوں پہلے زمین کے مسائل پر علماء نے ہی اس ملک کی اراضی کاشت کی حیثیت کا تعین کیا۔ اس پر حضرت مولانا عبد القدوس گنگوہیؒ سے لے کر حضرت مولانا شاہ عبد العزیزؒ تک علماء کی۔ متعدد تحریریں بصورت فتاوٰی موجود ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تو یورپ کے معاشی مفکرین سے بہت پہلے اسلام کا معاشی نظام مرتب صورت میں پیش فرمایا تھا انگریزوں کے دور حکومت میں عوام کی معاشی بدحالی پر مجاہدین آزادی بالخصوص حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی مسلسل تقریریں و تحریریں اس کا بین ثبوت ہیں اور آپ کی کتاب نقش حیات میں معاشی و اقتصادی حالات نہایت تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ اسلام کے معاشی پہلوؤں کے سب سے بڑے نقیب تھے۔ پاکستان میں بھی جمعیۃ علماء اسلام کی گذشتہ تاریخ اس کی گواہ ہے کہ اس نے عوام کے معاشی و اقتصادی مسائل پر ہمیشہ آواز بلند کی ہے۔ اور اسی وجہ سے بعض امریکہ دوست حلقوں بالخصوص مودودی صاحب کے گروہ کی طرف سے اسے بارہا علماء کا سوشلسٹ کیمپ کا طعنہ دیا گیا ہے۔

(ترجمان اسلام ۱۸ صفر ۸۸ھ)

پھر اس سلسلہ میں جنگ کا یہ جملہ اپنے ابہام کے ساتھ اور بھی محل نظر ہے کہ "عدم مساوات اسلام کے بنیادی تصور کی ضد ہے" کیونکہ عدم مساوات سے اگر عدم مساوات فی الاملاک مراد ہے تو یہ ایک طبعی اور فطری امر ہونے کے باعث کسی طرح بھی اسلام کے بنیادی تصور کے ضد نہیں ہے۔

ارشاد ربانی ہے واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق اور اللہ نے بڑائی دی تم میں ایک کو ایک سے روزی کی۔ اور نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات ہم نے بانٹی ہے اُن میں روزی ان کی دنیا کے جیتے اور اونچے کئے درجے ایک کے ایک سے۔

ہاں اگر عدم مساوات سے عدم مساوات فی الحقوق مراد ہے اور مکاسب و مواقع رزق کے دروازوں کو بعض لوگوں کے لئے کھول دینے اور بعض لوگوں پر بند کر دینے اور ملک کی صنعت و حرفت اور تجارت و زراعت کو اس طرز پر چلانے کو اسلام کے بنیادی تصور کے منافی اور ضد قرار دینا مقصود ہے۔ جس سے معاشی اور اقتصادی خوشحالیاں چند افراد یا چند گھرانوں تک محدود ہو کر رہ جائے تو یہ بلاشبہ اسلام کے خلاف ہے

چاہئے [illegible] ارشاد [illegible] کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم جیلانی [illegible] لیے [illegible] دینے میں دولت مندوں کے تم میں سے اور آیات نشر و حرمت سود اس پر گواہ ہیں۔ لیکن یہ غلط ہے کہ علماء نے کسی وقت بھی (من حیث الجماعۃ) اس کی مخالفت میں کوتاہی برتی ہے۔

ادارہ تحقیقات کی مدح سرائی

اس مضمون میں ادارہ تحقیقات اسلامیہ جس نے یوم ولادت سے لے کر آج تک تحریف دین اور مسلمات شرعیہ میں شکوک و شبہات ڈال دینے کے علاوہ شاید ہی کوئی قدم اٹھایا ہو کی بھرپور تعریف کی گئی ہے۔ اور ملک میں اس سے شدید بیزاری کو نہایت خفیف دکھلایا گیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

رہا تیسرا مسئلہ یعنی دستور کو اسلامی بنانے کا مسئلہ سو اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ کام تحقیقات اسلامی کا ادارہ کر رہا ہے چاہے اس کی بعض باتوں سے بعض حلقوں کو اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔ تاہم یہ ادارہ برابر کام کر رہا ہے اور بعض کام اس نے بڑے ٹھوس بھی کئے ہیں۔ اگر اس ادارے نے کئی غلط باتیں کی ہیں تو بعض بڑی قابل قدر خدمات بھی انجام دی ہیں جن سے واقف ہونے کے بعد ہر شخص ان کی تعریف کرے گا۔

دیکھا آپ نے کراچی سے ملتان، لاہور، پنڈی اور پشاور تک کے تمام دینی اداروں کی شدید مخالفت۔ البلاغ و بینات کراچی، الحق اکوڑہ خٹک، ترجمان اسلام و خدام الدین لاہور، المنبر لائل پور قسم کے بیسیوں دینی جرائد و مجلات کی" اپنے مسلکی اور سیاسی اختلاف کے باوجود" شدید چیخ و پکار اور پر زور مطالبات کو" اس کی بعض باتوں سے بعض حلقوں کو اختلاف ہی کیوں نہ ہو" مل کر بعض کے الفاظ سے کتنا بے وزن اور خفیف بنا کر دکھلا دیا گیا اور جس ادارہ کے متعلق ملک کے تمام قابل ذکر دینی حلقے بہ الفاظ البلاغ کراچی بالکل اس رائے سے متفق ہوں کہ

یہی وجہ ہے کہ ادارہ تحقیقات اسلامی اب تک اپنے مقصد تاسیس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکا۔ اس کو قائم ہوئے کئی سال ہو چکے ہیں لیکن نہ صرف یہ کہ ابھی تک وہ کوئی مفید کام انجام نہیں دے سکا بلکہ اس کی وجہ سے ملک میں انتشار اور خلفشار کی ایک افسوسناک فضا قائم ہو گئی ہے۔

اس کا اعتراف نہ کرنا حقیقت ناشناسی ہوگی کہ اب تک اس نے مسائل حل کرنے کی بجائے مسائل کھڑے کئے ہیں۔ معاشرہ میں مشکلات دور کرنے کی بجائے مشکلات پیدا کی ہیں۔ فتنے دبانے کی بجائے فتنے جگائے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جس ادارے کو قوم کی امنگوں اور آرزوؤں کا مرکز ہونا چاہیئے تھا وہ ابھی تک قوم کا ذرہ برابر اعتماد حاصل نہیں کر سکا۔ خوش فہمیوں کی جنت میں بسنا عقل مندی کا تقاضا نہیں ہے۔ پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں کے دل ٹٹول کر

باقی ص۱۴ پر



۲۵ [illegible] ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۶۸ء

انسان ہر گھڑی آزمائش میں ہے

مجاھدہ اور ریاضت کو شعار بنائیے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفی : اما بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ہ

(پ۲۱ س العنکبوت آیت ۶۹)

ترجمہ : اور جو لوگ ہمارے لئے مشقتیں برداشت کرتے ہیں تو ہم ضرور ان کو اپنی راہیں دکھا دیں گے اور بے شک اللہ تعالےٰ ایسے نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

حاشیہ کشف الرحمٰن

اور جو لوگ ہماری رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے مشقتیں برداشت کرتے ہیں تو ہم ان کے لئے اپنے قرب و محبت کی راہیں ظاہر کر دیتے ہیں اور دکھا دیتے ہیں اور ہم حضراتِ مخلصین کے ساتھ ہیں دنیا و آخرت میں۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں ، اپنی راہیں یعنی راہِ قرب کی اور رضاء کی جو بہشت ہے۔ یعنی جو لوگ ریاضت و مجاہدے کرتے ہیں اللہ تعالےٰ اُن پہ وصل کی راہیں آسان کر دیتا ہے اور نورِ بصیرت عطا کرتا ہے جس سے وہ جنت میں داخل ہوجاتے ہیں —— ساتھ کا یہ مطلب کہ اس کی حمایت اور نصرت ان کے ساتھ رہتی ہے —— راستہ تو ایک ہی ہے لیکن ریاضت اور مجاہدے کے بہت سے شعبے ہیں اس لئے راہیں فرما دیا۔ واللہ اعلم وعلمہٗ اتم و احکم ——

حاشیہ شیخ الاسلام رح

یعنی جو لوگ اللہ کے واسطے محنت اٹھاتے اور سختیاں جھیلتے ہیں اور طرح طرح کے مجاہدات میں سرگرم رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُن کو ایک خاص نورِ بصیرت عطا فرماتا اور اپنے قرب و رضا یا جنت کی راہیں سجھاتا ہے۔ جوں جوں وہ ریاضات و مجاہدات میں ترقی کرتے ہیں۔ اُسی قدر ان کی معرفت و انکشاف کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے۔ اور وہ باتیں سوجھنے لگتی ہیں کہ دوسروں کو ان کا احساس تک نہیں ہوتا —— (اور) اللہ کی حمایت و نصرت نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کو راضی کرنے اور اس کے قرب کو حاصل کرنے کے لئے محنت مشقت اٹھائیگا اور مجاہدے اور ریاضتیں کریگا حق تعالیٰ سبحانہٗ اسے اپنے قرب و رضاء اور معرفت کی راہیں واضح فرما دیں گے اور جو دیانت داری اور خلوص کے ساتھ نیک کام کرے گا اللہ اس کے ساتھ ہے اور اس کا معین و مددگار رہے

بزرگانِ محترم ! یہ اعلانِ باری صاف ظاہر کرتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالےٰ ان کی ضرور بالضرور رہنمائی فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت میں زوردار کلمہ یہ ہے لَنَهْدِیَنَّهُمْ (ہم ضرور بالضرور ان کی رہنمائی فرمائیں گے

پس ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم اپنے آپ کو محنت و مشقت کا عادی بنائیں اور مجاہدے اور ریاضت کے خوگر بنیں ——

ظاہر ہے جب ایک شخص زبان سے اللہ کا اقرار کرتا ہے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دعویٰ کرتا ہے تو اسے اس راہ میں آزمائش کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔ ایمان کوئی زبانی جمع خرچ نہیں ہے ، اس کی ہر لحہ جانچ کی جاتی ہے کہ دل پر بھی کچھ اثر ہے یا نہیں —— درحقیقت ایمان وہ ہے جو دل میں بیٹھ جائے — اور لاکھ کوئی ہلائے مگر جگہ سے ہلنے کا نام نہ لے۔ یاد رکھو ! ایمان کا امتحان ہر زمانے کے لوگوں سے لیا گیا ہے۔ جو امتحان میں پورے اترے وہ دنیا و آخرت کی نعمتوں سے مالا مال ہوئے اور کامیابی و کامرانی نے ان کے قدم چومے اور جو ناکام ہوئے وہ خائب و خاسر ہوئے اور ٹامک ٹوئیاں مارتے رہ گئے۔

دیکھو ! ریاضت اور مجاہدے کو شعار بنا لو اور فکرِ آخرت میں لگ جاؤ۔ دنیا میں دل نہ لگاؤ اور اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ صرف چند دن کی چہل پہل ہے ، جو مٹ کر رہے گی اور جنہوں نے اسی میں دل لگا رکھا ہے مرنے کے بعد ان پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا اور وہ کفِ افسوس ملتے رہ جائیں گے۔

پس اس مژدۂ جانفزا کو حرزِ جاں بنا لو کہ جو شخص اللہ کے لئے محنت کرے گا اللہ تعالیٰ سبحانہٗ اس کے لئے کامیابی اور اپنے قرب کی راہیں کھول دیں گے اور اللہ اپنے مخلص وفاداروں کے ہر گھڑی ساتھ ہے۔

مجاہدہ و ریاضت

حدیث شریف میں آتا ہے ابو نضرہؒ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت

گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل جہاد کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا ظالم حکمران کے حضور حق گوئی افضل جہاد ہے۔ (اور یہ حدیث بیان کرتے ہوئے حضرت ابو سعیدؓ کی آنکھوں سے آنسو بہتے گئے)۔

حضرت ابو علی دقاقؒ نے فرمایا جس شخص نے اپنے ظاہر کو مجاہدہ کے ذریعہ آراستہ کیا اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو مشاہدہ کے ذریعہ بہتر بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم اپنے راستے خود اُن کو بتا دیتے ہیں) ——— جو کوئی اپنی ابتداء میں صاحب مجاہدہ نہ ہو وہ طریقت کی بُو بھی نہیں پاتا ——— اور جو شخص شروع میں محنت نہ کرے اس کے لئے آخر میں آرام نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ حرکت میں برکت ہے۔ ظاہری اعمال باطن کی برکتوں کو لاتے ہیں۔

ابو عثمان مصریؒ نے فرمایا جو شخص یہ خیال کرے کہ بغیر پابندی مجاہدہ کے اس طریقت میں کوئی بات اس پر کھول دی جائے گی یا اس کو کسی بات کا کشف ہو جائے گا وہ غلطی پر ہے۔

حضرت حسن قزازؒ نے فرمایا مجاہدہ کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ فاقہ کے بغیر نہ کھائے، نیند سے مغلوب ہو جانے کے بغیر نہ سوئے۔ بے ضرورت نہ بولے۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ نے فرمایا کہ جب تک آدمی چھ گھاٹیاں طے نہ کرلے صالحین کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ پہلی گھاٹی یہ ہے کہ اپنے اوپر نعمت کا دروازہ بند کرلے۔ سختی کا دروازہ کھول دے۔ (۲) اپنے لئے عزت کا دروازہ بند کرلے ذلت کا دروازہ کھول لے۔ (۳) نیند کا دروازہ بند کر دے بیداری کا دروازہ کھول لے۔ (۴) آرام کا دروازہ بند کر دے اور تکلیف کا دروازہ کھول لے۔ (۵) دولت کا دروازہ بند کر دے فقر کا دروازہ کھول لے۔ (۶) امید کا دروازہ بند کر دے موت کی تیاری کا دروازہ کھول لے۔

حضرت ابو حفصؒ نے فرمایا نفس سراسر اندھیرا ہے۔ اس کا چراغ اس کا باطن یعنی اخلاص ہے اور اس کے چراغ کا نور توفیق ہے۔ پس جس کے باطن میں اس کے رب کی توفیق شامل نہ ہو تو وہ سراسر تاریکی ہے۔

جان لو! لوگوں میں سب سے جلد ہلاک ہونے والا وہ ہے جو اپنے عیب کو نہیں پہچانتا اس لئے کہ معاصی کفر کے قاصد ہیں۔

حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا دولت مندوں کے پڑوس، بازاری قاریوں اور درباری عالموں کے قرب سے بچتے رہو ———

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا مخلوق میں بگاڑ چھ چیزوں کی وجہ سے رونما ہوا۔ (۱) عمل آخرت کے سلسلے میں ان کی نیت کا ضعیف ہونا۔ (۲) ان کے جسم کا خواہشات کے لئے وقف ہو جانا۔ (۳) موت کے قریب ہونے کے باوجود لمبی امیدیں باندھنا۔ (۴) مخلوق کی رضا مندی کو خالق کی رضا مندی سے مقدم سمجھنا۔ (۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو پس پشت ڈال کر دل کی خواہش پر چلنا۔ (۶) سلف کی معمولی لغزشوں کو اپنے نفس (ہوا پرستی) کے لئے حیلہ بنا لینا اور اکابر کے کثیر اعمال حسنہ کو دبا دینا۔

منصور بن عبداللہؒ نے فرمایا میں نے ابو علی رودباریؒ کو فرماتے ہوئے سنا آفت تین وجوہ سے آتی ہے۔ (۱) خرابیٔ طبیعت سے۔ (۲) عادت کے بگڑ پکڑنے سے۔ (۳) خرابیٔ صحبت سے۔ میں نے عرض کیا خرابیٔ طبیعت کیا ہے؟ فرمایا "حرام کھانا" ——— میں نے عرض کیا عادت کا بگڑیں ہونا کیا ہے؟ فرمایا "بد نظری، حرام سے استفادہ اور غیبت"۔ میں نے عرض کیا خرابیٔ صحبت کیا ہے؟ فرمایا" جب نفس میں کوئی خواہش ابھرے تو اس پر چلنا ———

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ عام لوگوں کا مجاہدہ اعمال کو پوری طرح انجام دینا ہے اور خواص کا مجاہدہ احوال کی صفائی رکھنا ہے اور بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ بھوک اور پیاس برداشت کرنا اور بیدار رہنا آسان ہوتا ہے اور بُرے اخلاق کا علاج دشوار اور مشکل ہوتا ہے (غنیۃ الطالبین)

غرض مجاہدہ کی اصل نفس کی خلاف ورزی ہے۔ پس اپنے نفس کو پسندیدہ چیزوں، خواہشوں اور لذتوں سے دور رکھنا چاہیئے۔ نیز حضرت پیرانِ پیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق مراقبہ کے بغیر مجاہدہ کامل نہیں ہوتا چنانچہ اسی کی جانب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا جبکہ جبریل علیہ السلام نے آپؐ سے احسان کی حقیقت کے متعلق دریافت فرمایا تھا۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "احسان" یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اسے دیکھتا ہے۔ پس اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو بلا شبہ وہ تو تجھے دیکھتا ہے۔ لہٰذا "مراقبہ" یقیناً بندے کا یہ جان لینا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مطلع ہے اور اسی عالم یعنی احساس کے ہمیشہ قائم رکھنے کا نام "مراقبہ برائے خداوند" ہے اور یہ مراقبہ ہی تمام بھلائیوں کی اصل ہے۔ اور اس مرتبہ تک رسائی مندرجہ ذیل چیزوں کے بغیر نہیں ہوتی۔ (۱) اعمال کا محاسبہ۔ (۲) جلد سے جلد اپنے حال کی اصلاح۔ (۳) راہ حق پر جماؤ۔ (۴) اللہ تعالیٰ سے اپنے قلبی تعلقات کی اچھی نگہداشت۔ (۵) پاس انفاس یعنی ہر سانس کا مضبوطی سے تھامے رہنا، اسے بیکار نہ کھونا اور یادِ الٰہی میں لگے رہنا ——— پس سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ اس کا نگران اور اس کے دل سے قریب ہے اس کے تمام حالات اور افعال جانتا ہے اور اس کی تمام باتیں سنتا ہے۔ نیز مجاہدہ کی تکمیل بغیر چار اوصاف کے نہیں ہوتی۔ (۱) اللہ تعالیٰ کو پہچاننا۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس کو پہچاننا۔ (۳) نفسِ امارہ کو پہچاننا۔ (۴) اللہ تعالیٰ کے لئے جو عمل کیا ہو اس کو پہچاننا ———

خوب سمجھ لیجئے! کہ اگر آدمی عمر بھر کوشش کے ساتھ عبادت کرتا رہے اور ان امور سے واقف نہ ہو اور ان کے موافق عمل نہ کرے تو عبادت سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ ہمیشہ جہالت میں رہے گا۔ (غنیۃ الطالبین)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی راہ میں کوشش کرنے اور مجاہدہ و ریاضت کی توفیق دے اور کامیابی سے ہمکنار کرے۔ آمین یا الہ العالمین!

جلسۂ عام

مورخہ یکم جون بروز ہفتہ بعد نماز عشاء مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام باغ بیرون موچی دروازہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوگا۔ جس میں جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری، ماسٹر تاج الدین انصاری مولانا عبید اللہ احرار صدر مجلس احرار اسلام پاکستان خطاب فرمائیں گے۔ سید امین گیلانی اپنا کلام سنائیں گے۔

(سلطان محمد چودھری)

مجلس ذکر — ۲۴ر صفر المظفر ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۳ر مئی ۱۹۶۸ء

ایفائے عہد

از: حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم
مرتبہ: محمد عثمان غنی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد:-
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

یٰایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود ۵ (پ۶ س المائدہ ع۱-آیت ۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو۔

کلماتِ تشکر بزرگان محترم! حسب عادت مجلس ذکر کی تقریر شروع کرنے سے پہلے اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے محض اپنے فضل بے پایاں سے اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرمائی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر کئے گئے ایک عہد کی پابندی کا واقعہ

آج جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس میں ایفائے عہد کا ذکر ہے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ ایک نہایت ہی متمول اور معمر آدمی ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں تشریف لائے۔ درس کے بعد حضرتؒ سے علیحدگی میں بات کرنے کے لئے عرض کیا۔ حضرتؒ نے خلوت میں وقت دیا۔ تو بچارے بات کرنے سے پہلے رو پڑے۔ پھر کہنے لگے کہ آپ جانتے ہی ہیں کہ میں کس خاندان کا فرد ہوں اور میں ریٹائرڈ سرکاری افسر ہوں۔ میری بیگم مجھ سے اتنے برس چھوٹی ہے۔ ہم دونو اس سال حج کو گئے اور وہاں مجھے روضۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت شرم آئی کہ قیامت کے دن ہم آپؐ کی شفاعت پر امید لگائے بیٹھے ہیں اور آپ ہی نے ہمیں حوض کوثر پر سیراب فرمانا ہے، ہماری پیاس بجھانی ہے۔ اگر ہمارا چہرہ مہرہ بھی حضورؐ کے مطابق نہ ہو، باطن تو کیا ظاہر بھی نہ ہو تو ہمیں حضورؐ کو شکل دکھاتے ہوئے روزِ محشر کس قدر شرمندگی ہو گی! اقبال مرحوم نے عشق ہی میں ڈوب کے کیا خوب کہا ہے

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور اگر بینی حسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفےٰؐ پنہاں بگیر

یا ڈاڑھی رکھ لو یا بیوی کو

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اس آدمی نے کہا کہ حضرت! میں نے وہاں مدینہ منورہ میں مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہوکر یہ عہد کیا کہ نہ نماز چھوڑوں گا اور نہ آئندہ سنتِ رسولؐ (داڑھی) کو پامال کروں گا۔ کہنے لگے اس روز سے آج تک میرے گھر میں کھٹ پٹ لڑائی شروع ہے۔ میری بیوی اسی دن سے کہتی ہے یا داڑھی منڈاؤ یا مجھے طلاق دو۔ یہ ہے تو میں نہیں اس گھر میں رہ سکتی۔ اور میں ہوں تو یہ (داڑھی) نہیں رہ سکتی۔ وہ کہنے لگا جس دن سے یہ مصیبت میرے گلے پڑی ہے۔ میں اتنا پریشان ہوں نہ نماز میں لطف، نہ سونے میں نہ کھانے میں۔ چھوڑنے کو میں ہزار مرتبہ چھوڑ دوں۔ کہنے لگے۔ پوتوں، نواسوں والی ہے۔ مجھے وہ کیا کہیں گے کہ اس زمانے میں اس نے کیا کیا؟ اور اس نے حج کر کے یہی کرنا تھا؟ پہلے ہی لوگ بدنام کرتے ہیں دینداروں کو، تو میں کس کو منہ دکھاؤں گا؟ تو وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رو کے کہنے لگا۔ کہ حضرت! دعا کریں کہ مجھے خدا موت ہی دے دے۔ میں وعدہ کر کے آیا ہوں ایسی ذات کے ساتھ اور اب میں اُسے توڑ دوں؟ قرآن میں اللہ نے فرمایا۔ اوفوا بالعھد ۚ ان العھد کان مسئولا ۵ (پ۱۵- س بنی اسرائیل ع۴ آیت ۳۴) وعدے تم کرتے ہو قیامت کے دن باز پرس اللہ تعالےٰ کریں گے کہ تم نے وعدہ خلافی کیوں کی۔

جسکی گھٹی میں حرام کا دودھ ہو اسکی اصلاح ناممکن ہے

اب اندازہ لگائیے۔ وہ تو پھنسا پڑا ہے بچارا خدا اور خدا کے رسولؐ کے مقابلے میں اور ادھر معاملہ بیوی کا ہے۔ جائے تو جائے کہاں؟ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ تو حضرتؒ پریشان ہو کے کہنے لگے کہ بتاؤ وہ بیٹی کس کی ہے؟ اس اللہ کے بندے نے لاہور کے ایک نامی گرامی خاندان کا نام لیا جو ان سے بھی زیادہ متمول تھے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ہندوؤں سے بھی زیادہ بیاج لینے میں وہ لاہور میں بدنام ہے۔ وہ بھی افسر، ان کے بیٹے بھی افسر رہے۔ جب تک افسر رہے تو رشوت لیتے رہے۔ اللہ نے ان کو رقمیں بہت دے رکھی ہیں۔ ہندوؤں سے بیاج لے کر کے اور ظلم کر کر کے بیسیوں کے مکانات اور جائدادیں قرق کروا لی ہیں۔ اور اسی سود کی لعنت سے ہتھیا لی ہیں۔ تو حضرتؒ نے فرمایا۔ اس بیوی کی اصلاح کی امید ہی دل سے نکال دو۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

انہوں نے فرمایا جس میں دودھ حرام کا گیا ہوا ہے اس سے اصلاح کی توقع تم کیسے کر سکتے ہو؟

پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے مگر فطرت نہیں بدل سکتی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی آکے تمہیں کہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے سرک کے وہاں چلا گیا تو مان لینا اور اگر کوئی آکے کہے کہ کسی کی فطرت بدل گئی، عادت بدل گئی، تو یہ نہ ماننا کیونکہ یہ انہونی بات ہے۔ وہ ہو سکتا ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن پہاڑوں کو روئی کی طرح ریزہ ریزہ کر ڈالنا ہے ۔۔۔ تو اللہ تعالےٰ قادر ہیں۔ آپ نہ سہی، میں نہ سہی کوئی اور سہی۔

حضرتؒ کی بات کی تصدیق

حضرتؒ نے جب یہ بات کہی تو وہ کہنے لگا۔ جی بالکل آپ صحیح فرما رہے ہیں۔ واقعی وہ دنیا بھر کا بدنام تھا۔ ہندوؤں سے زیادہ ظالم تھا، چاہیے

مفروض کتنا بھی غریب اور مفلس کیوں نہ ہو وہ ہرگز نہ بخشتا تھا (آپ حضرات جانتے ہیں، بہت بڑا نامی گرامی خاندان ہے، نام لوں تو آپ سب حیران ہو جائیں) لیکن چونکہ کسی کی تذلیل قطعاً مقصود نہیں ہے اس لئے نام نہیں لینا۔ لیکن مسئلہ بیان کرنا ہے۔

حضرت رحؒ اپنے فرضِ منصبی کی ادائیگی میں رُو رعایت نہ برتتے تھے

حضرت رحؒ جب اذان کی آواز سنتے تو اونچی آواز سے اذان کے کلمات دہراتے تاکہ دوسروں کو تنبیہ ہو جائے۔ ان کا جو مشن تھا اور ان پر جو ذمہ داری عائد تھی اس کے تحت وہ کلمۂ حق کہتے تھے حقیقتِ حال واضح کرتے تھے اور اپنے متعلقین کی رہنمائی فرماتے تھے نیت تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط (پ۲ ـ س البقرہ ع ۲۷ آیت ۲۲۲) اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ کون فساد کی نیت سے کہہ رہا ہے، کون اصلاح کی نیت سے کہہ رہا ہے۔

قبولیتِ حق کا مادہ ہی سلب ہو چکا تو ہدایت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے

سو حضرت رحؒ نے فرمایا کہ انہی کے لئے قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے۔ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ ط وَعَلٰٓی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ ۔ آنکھوں پہ پردے پڑے ہوئے ہیں، دلوں پر مہریں لگی ہوئی ہیں، نہ اندر حق جا سکتا ہے نہ وہاں سے کفر اور باطل نکل سکتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے گناہ کے سبب، معصیت کے سبب اور نسلاً بعد نسلٍ بے ایمانیوں اور خدا کی نافرمانیوں کی وجہ سے حق قبول کرنے کا مادہ ہی کھو دیا۔ یعنی قبولیتِ حق کی چنگاری ذرا سی بھی باقی نہیں رہی، سب راکھ اور خاکستر ہو گئی ہے۔ چنگاری ہیں ذرا سکت ہو، راکھ نہ ہو گئی ہو اور آپ ہوا دیں تو اس میں آگ سلگ سکتی ہے لیکن وہ جل جل کر بالکل راکھ ہو جائے تو پھر آپ ہوا دیں گے تو بالکل وہ نَسْیًا مَّنْسِیًّا ط اڑ جائے گی۔ قصہ ہی ختم ہو جائے گا۔

اس سائل کو حضرت رحؒ کی نصیحت

حضرت رحؒ نے فرمایا "یہ تو ہونے سے رہا"۔ وہ کہنے لگے "حضرت! میں کدھر جاؤں؟" حضرت رحؒ نے فرمایا "آپ اپنی جگہ قائم رہیں اور یہ جانے اور اس کا کام جانے"۔ اس کے بعد حضرت رحؒ فرمایا کرتے تھے۔ مجھے نہیں معلوم کیا حشر ہوا کیا نہیں۔ لیکن میں نے اس سے کہا کہ تم اپنے وعدے پر پورے رہو، جو وعدہ تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر کیا ہے اس سے بالکل متزلزل نہ ہو، یہ شیطان کی چال ہے، شرارت ہے اب آگے جو ہو سو ہو۔ ہرچہ بادا باد۔ جب تم نے وعدہ کر لیا۔ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ (پ۴ س آل عمران ع ۷۔ آیت ۱۵۹) پھر خدا پر چھوڑ۔

باہمی مشورہ بہت مفید ہوتا ہے اور مشورہ کے بعد اس پہ پابندی لازمی ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ مشورہ کرنے والا پایا ہے کیونکہ اللہ کا حکم ہے وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ (پ۴ س آل عمران ع ۱۷۔ آیت ۱۵۹) وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ ص (پ ۲۵ س الشوریٰ ع ۴ آیت ۳۸) حضورؐ جو چاہیں سو کر سکتے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے لیکن اُحد میں آپ دیکھئے کہ حضورؐ نے صحابہؓ سے رائے پوچھی کہ کفار آ کر کے اُحد کے پیچھے پڑاؤ ڈالے بیٹھے ہیں۔ (خدا آپ سب کو بھی اُحد اور دیگر مقاماتِ مقدسہ آنکھوں سے دکھائے۔ حضرتؒ کے جوتوں کے صدقے اس سیہ کار کو چار دفعہ زیارتِ حرمین نصیب ہوئی) تو حضورؐ نے فرمایا۔ میری رائے یہ ہے کہ یہاں بیٹھے رہو۔ اگر یہاں تک آ کے بلہ بولیں تو پھر اینٹ کا جواب پتھر سے دیں۔ کیونکہ پہلی دفعہ مدافعت کی جنگ پچھلے سال ہوئی تھی۔ ستر کافر جہنم واصل ہوئے تھے بدر میں اور ستر کو قید کر کے لائے تھے اور بدر تین چار سو میل کے فاصلے پر ہے جدے کی طرف تو یہ اُحد بالکل دو ڈھائی میل مدینہ منورہ سے باہر، پہلا ہی پہاڑ ہے اُحد کا ـــــ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ نوجوان صحابہ بڑھ چڑھ کر گرم گرم تقریریں کر رہے تھے چونکہ جو نہیں جا سکے اور انہوں نے بدریین اصحاب کے جو وہاں شہادت پا چکے تھے یا بچ کے آ گئے تھے فضائل سنے تو ان کے حوصلے بڑے بلند ہو گئے۔ ان کو شہادت کا یا راہِ خدا میں تن من دھن نثار کرنے کا بہت ذوق اور شوق تھا۔ بچ کے آئیں تو غازی، تب بھی خدا کی رحمت کے مورد اور منبع اور وہاں اللہ کی راہ میں قربان ہو جائیں تو اس سے بڑھ کے کون سی موت، جس کو اللہ تعالیٰ "موت" کہنے کے لئے تیار ہی نہیں۔ یعنی وہ اگر موت آ جاتی تو یقیناً موتِ محمود ہے، زندگی ہی وہی اصل زندگی ہے لیکن اس کو تو خدا موت کہنے کو برداشت ہی نہیں کرتا۔ یعنی جو اس لافانی ذات کے نام پر کٹ مرے وہ خود بھی حیاتِ جاوید پا گیا۔ وہ سر جو دار پر چڑھا، سردار ہو گیا۔ سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ جس کو اللہ تعالیٰ یہ موتِ شہادت نصیب فرما دے وہ کہاں مرتا ہے! ؎

نوشیرواں نمرد کہ نامِ نکو گذاشت

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کے بعد صحابہ کی رائے پر عمل فرمایا

خیر تو وہاں سے جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اکثریت نوجوانوں کی باہر جانے پر آمادہ ہے اور عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کی تائید لگے ہاتھ جبھی کر دی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے۔ اور سامانِ جنگ سے لیس ہو کر تشریف لے آئے۔ جب چلنے لگے تو نوجوان صحابہؓ نے کہا "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو مجبور کر دیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جنابؐ کے ارشاد پر عمل ہو۔ ہم اپنی رائے پر اصرار نہیں کرتے یہیں بیٹھتے ہیں"۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ پل میں تولہ پل میں ماشہ۔ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ط جب تمہاری اکثریت نے فیصلہ کر دیا، پھر خدا پہ چھوڑو ؎

شکست و فتح نصیبوں پہ ہے ولے اے میرؔ
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

یہ تو نہ ہو کہ لوگ کہیں کہ ہمت ہار دی بیچ ہی میں بیٹھ گئے۔ اب ہرچہ بادا باد۔

دنیا میں دو ہی تو ہیں مقام آزاد منش انسانوں کے
یا تخت مقام آزادی یا تختہ مقام آزادی کا

ذلت کی موت کیوں گھر میں مریں؟ اللہ کے راستے میں کیوں نہ سر چڑھ کے مریں؟ بہرحال اب اس سے دیکھئے کہ کس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رائے ترک کی، صحابہؓ کی رائے پر عمل فرمایا۔

باہمی اختلاف دور کرنے کا قرآنی نسخہ

اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ ہمارے اکابر جو ہیں مشورہ ضرور کرتے ہیں۔ اور جو رائے صائب ہوتی ہے اس پر عمل درآمد ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن ہی میں اللہ نے فرمایا ہے فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (پ ۵ س النساء ۵-آیت ۵۹) جب کوئی جھگڑا یا اختلاف پیدا ہو تو خدا کی طرف لوٹاؤ پھر وہاں جو فیصلہ ہو جائے

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

حجاز میں حضور اکرمؐ کے اسم گرامی کا احترام

ہمیں تو حیرت ہوتی ہے گئے ہیں ہم دیکھتے ہیں، یہاں تو ذرا ذرا سی بات پہ چھریاں چاقو چل جاتے ہیں وہاں بڑی سے بڑی بات ہو جائے یا لڑائی ہو رہی ہو، کوئی تیسرا آ کے، یا ان میں سے کسی کے منہ سے اللہ تعالیٰ نکلوا دیتے ہیں صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ دونوں فوراً درود شریف پڑھ کے الگ ہو جاتے ہیں۔ بلکہ لڑائی چھوڑ کے باہم گلے مل لیتے ہیں۔

مسلمان کو اجتماعی دعا کا سبق دیکر باہمی مؤدت پیدا کی گئی

آپ دیکھیں، خدا آپ کو دکھائے، بار بار لے جائے، اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا بِالزِّيَارَةِ الْحَرَمَيْنِ الشَّرِيْفَيْنِ زَادَهُمَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّتَعْظِيْمًا ط میں دعا ہر وقت کرتا ہی رہتا ہوں، آپ کے لئے سب کے لئے، چونکہ ہماری دعاؤں میں ہے ہی کلمہ جمع کا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ نماز اکیلے ہم آپ پڑھتے ہیں، دعا کرتے ہیں اے اللہ ہم سب کو ہدایت عطا فرما۔ اسی طرح اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا، اے اللہ ہم سب کو زیارتِ حرمین سے بار بار مشرف فرما۔ تیرے خزانوں میں کمی کیا ہے

ہماری والدہ محترمہ اور بابا قائم دین مرحوم کے تذکرے

ہماری والدہ بیچاری بڑی سیدھی سادھی تھیں۔ حضرتؒ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پڑھتے تھے میاں قائم دین کے لئے اور اماں جیؒ کے لئے۔ کہا کرتے تھے کہ جس نے یہاں جنتی دیکھنے ہوں دیکھ لو۔ أَهْلُ الْجَنَّةِ بُلْهٌ جن کو تم بیوقوف سمجھتے ہو اصل جنتی وہی ہیں۔ اماں جیؒ روزانہ والضحیٰ کی تسبیح پڑھا کرتی تھیں اور حج کے لئے یا عمرے کے لئے ہوائی جہاز کی نذر لگا کر کے دعا فرمایا کرتی تھیں۔ تو میں ان سے کہتا کہ آپ اتنا اللہ کو کیوں مجبور کرتی ہیں! اللہ تعالیٰ حج پہ بھیجے، ہوائی جہاز سے بھیجے، بحری جہاز سے بھیجے، کسی طرح بھیجے، یہ کیوں؟ تو وہ فرمایا کرتی تھیں کہ تمہارے والد صاحبؒ کی مصروفیت بہت زیادہ ہیں اس لئے اللہ کے خزانوں میں کمی کیا ہے۔ ہم جو مانگیں گے دے گا، ملنگ خوردوں کو تنگر دیتا ہے ہم ہوائی جہاز مانگیں گے، وہ ہوائی جہاز دے گا، اس کے خزانوں میں کمی کیا ہے! بات واقعی ان کی صحیح ہوتی۔ ایک دفعہ گیا ہوں ہوائی جہاز کے بغیر، حضرتؒ کے ساتھ پہلا سفر بحری جہاز پر ہوا۔ اس کے بعد جتنے سفر ہوئے ہیں عمرے یا حج کے ایک سال حافظ حمید اللہ صاحب ہوتے، ایک سال یہ سیاہ کار ہوتا اور ہوائی جہاز سے سفر ہوتا۔

خدا خود میر سامان است ارباب توکل را

دیکھئے اللہ کی دین ہے، نہ دمڑی نہ پائی، نہ جائیداد نہ پیسہ۔ فرمایا کرتے تھے میرا باپ پھوٹی کوڑی میرے لئے چھوڑ کر نہیں گیا۔ نو سال کی عمر میں مجھے حضرت سندھیؒ کے سپرد کیا۔ دین پڑھنے کے لئے گیا۔ پھر شکل نہیں دیکھنی نصیب ہوئی، بعد میں وفات ہو گئی۔ فرمایا پیسہ وغیرہ تو الگ رہا، میرا کون سا خاندان ہے؟ کوئی جائیداد ہے؟ کوئی زمین ہے؟ کوئی تنخواہ ہے؟ کوئی ملازمت ہے؟ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اس کی دین ہے، تم اللہ کے دین کے لئے وقف ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ خود رزاق کریم ہے رزق را روزی رساں پر می دہد۔ تم رزق کے لئے مارے مارے نہ پھرو۔ رزق کو اللہ تعالیٰ پہ دیں گے وہ خود تمہارے پاس آئے گا۔ تمہیں ہمہ وقت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔

ہر جاندار کو روزی دینے والی اللہ کی ذات کریم ہے

آخر جنگلوں میں ہاتھیوں کو کون پالتا ہے! کون رزق دیتا ہے؟ سوروں اور گدھوں کو، دنیا بھر کے حیوانات کو، شیروں کو، بھیڑیوں کو آخر غذا دیتا ہی ہے! سمندر میں ایسی ایسی مچھلیاں ہیں جو دو دو ہاتھیوں کو کھا جائیں (ویل مچھلی)۔ ایک دفعہ کراچی میں میں نے ایک مچھلی دیکھی جو دو ٹرکوں پر لد کے آئی۔ آدھی آدھی کاٹ کے، وہ بھی نیچے لٹک رہی تھی۔ یہ کراچی کے سمندر کا حال ہے تو آگے پتہ نہیں کیا ہوگا۔ سو اس سے اندازہ لگائیے ان ویل مچھلیوں کو کون پالتا ہے! وہی پالنے والا ہے۔ آپ اور ہم پال سکتے ہیں کسی کو! ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان داتا ہم ہیں حالانکہ وہی سب کا رزاق ہے، حی و قیوم ہے

اللہ تعالیٰ سے یقین کامل کے ساتھ مانگو

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (پ س یونس آیت ۶۲)

اللہ کے نیک بندوں کو کوئی ڈر، کوئی خوف نہیں، کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ وہ اللہ ہی سے اجر لیتے ہیں، اللہ ہی کے لئے سب کچھ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حی و قیوم ہے، وہی ان کا رزاق ہے۔ وہی ان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھنے والا ہے۔ اور وہی اللہ ہے جو حج کرائے ہوائی جہاز سے یا بحری جہاز سے۔ لنگر خوروں کو اللہ تعالیٰ لنگر دیتا ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں آپ بے شک اللہ تعالیٰ سے بڑھ چڑھ کر مانگیے مگر مانگیے یقین کامل کے ساتھ۔

بابا قائم دینؒ کی دونوں مرادیں حضرتؒ کی دعا سے پوری ہو گئیں۔

دیکھئے یقین کامل کا اجر۔ میاں قائم دین جیسا شخص حضرتؒ سے کہا کرتا تھا "دعا کرو اللہ تعالیٰ حج کرا دے اور شادی کرا دے"۔ لوگ ہنستے تھے۔ خدا کی قدرت شادی بھی ہو گئی، حج بھی ہو گیا دنیا حیران۔ ہوائی جہاز پہ حج ہوا اور

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

توبہ واستغفار

حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہ مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور
مرتبہ: محمود احمد عارف

(قسط ۲)

عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ النَّھَارِ وَیَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِھَا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باری تعالےٰ اپنے بندوں کی طرف ان کی توبہ قبول فرمانے کے لیے ہر وقت ہی توجہ فرما ہیں۔ اس بات کو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات سے تعبیر فرمایا کہ ان اللہ یبسط یدہٗ باللیل لیتوب مسیٔ النھار یعنی حق تعالیٰ اپنا دست پاک رات کو بھی کھولے رکھتے ہیں تاکہ جس نے دن میں گناہ کیے ہیں وہ رات کو معاف کرا لے۔ ویبسط یدہٗ بالنھار لیتوب مسیٔ اللیل۔ اور دن کو بھی اپنا دستِ رحمت کھولے رکھتے ہیں تاکہ وہ شخص جس نے رات میں گناہ کیے وہ دن کو معاف کرا لے۔ آگے فرمایا۔ حتّٰی تطلع الشمس من مغربھا۔ کہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ (یعنی دستِ رحمت کھلا رہے گا) یہانتک کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو۔ گویا انسان کے لئے توبہ کا دروازہ ہردم کھلا رہتا ہے۔ وہ ہر وقت اپنے خالق سے اپنی غلطیاں اور خطائیں معاف کرا سکتا ہے۔

ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ بندہ کے توبہ کرنے سے اُس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں کہ جس کی حالت سفر میں چٹیل اور ویران (غیر آباد) میدان میں اونٹنی گم ہو گئی تھی اُس اونٹنی پر اُس کے کھانے پینے کا سامان بھی بندھا ہوا تھا اور وہ تلاش کرتے کرتے مایوس ہو چکا تھا۔ وہ پریشانی اور مایوسی کے عالم میں کسی درخت کے سایہ تلے لیٹ گیا۔ اتنے میں دیکھا کہ اونٹنی اس کے پاس آ گئی اور اس نے اس کی نکیل تھام لی۔ اور انتہائی خوشی میں آکر کہنے لگا۔ اللّٰھم انت عبدی وانا ربّک۔ یعنی اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں — (حالانکہ کہنا یوں چاہئے تھا کہ اللّٰھم انت ربّی وانا عبدک۔ یا اللہ! تو میرا رب اور میں تیرا بندہ ہوں۔ مگر) شدّت خوشی میں اس کے منہ سے غلط کلمات نکلے۔

گویا حق تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے توبہ بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اپنے گناہوں پر نادم ہونے اور دربارِ خداوندی میں عجز کا دامن پھیلانے سے خداوند کریم بہت خوش ہوتے ہیں۔

ایک اور روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ یہ کہتا ہے کہ خداوندا! میرا یہ گناہ معاف کر دے تو خدا تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی پروردگار ہے جو اس کو گناہ پر پکڑنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔ اس لئے میں نے معاف کر دیا۔ اسی طرح جب وہ پھر گناہ کر لیتا ہے اور پھر نادم ہو کر معافی چاہتا ہے تو خداوند کریم پھر فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرا بندہ یہ جانتا ہے اس کا رب ہے جو اس کی گرفت بھی کر سکتا ہے، معاف بھی کر سکتا ہے اس لئے میں نے اس کو معاف کر دیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ فَلْیَفْعَلْ مَا شَاءَ۔ اب جو چاہے کرتا رہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بار بار ندامت اور پشیمانی کے باعث اب اس پر میری نظرِ رحمت ہو گئی ہے۔ میری رحمت ہر وقت اس کے شاملِ حال رہے گی جس کی وجہ سے یہ گناہ کریگا ہی نہیں۔

ایک روایت میں حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔ یعنی جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ گویا بندہ کا اعتراف کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی دل سے گناہ کا اعتراف نہ کرے، اور زبان سے توبہ توبہ کی رٹ لگائے رکھے تو ایسی توبہ سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ گناہ معاف کرانے کے لیے اس کے سوا چارہ نہیں کہ گناہوں کا اعتراف بھی کرے، اپنی غلطیوں کو پیشِ نظر رکھے، اپنی خطاؤں اور کوتاہیوں پر دل سے نادم بھی ہو اور آئندہ گناہ سے کنارہ کش رہنے کا عہد مصمم بھی کرے۔

انسان سراپا تقصیر ہے۔ اس سے کبھی نہ کبھی گناہ ہو ہی جاتا ہے۔ اگر گناہ نہ بھی ہو تو خطرہ ہوتا ہے کہ عبادت کرنے میں کوئی نہ کوئی کوتاہی ہوئی ہوگی۔ اس لئے انسان کو ہردم استغفار کرنا چاہئے۔

انسان کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہر وقت اپنا احتساب کرے، اپنی غلطیاں پکڑتا رہے۔ اپنے عیوب پر نظر رکھے۔ ایسا آدمی کامیاب اور خدا کے نزدیک پسندیدہ زندگی گذار سکتا ہے۔

دنیا میں جو جس قدر متقی اور بلند مراتب والے ہوتے ہیں، وہ اتنے ہی زیادہ معافی کی طلب کرتے ہیں۔ خود انبیاء علیہم السلام باوجود گناہوں سے پاک ہونے کے دربارِ خداوندی میں گڑگڑاتے اور استغفار کرتے۔ چونکہ توبہ اور استغفار اللہ تعالےٰ کو پسند ہے۔ اور اللہ کی خوشنودی کے متلاشی وہی کچھ کرتے ہیں جو اُسے پسند ہو۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام اور اسی طرح اُمت میں مقرب بندے کثرت سے استغفار کرتے رہے ہیں۔ استغفار سے مراتب بلند اور خطائیں معاف ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بخشے۔ آمین!

جمع و تدوینِ قرآن

حافظ فیوض الرحمٰن المقری ایم-اے پرنسپل معہد القرآن الکریم - مانسہرہ

قرآن خالقِ فطرت نے جبریل امین Holy Spirit کے واسطہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنے تمام بندوں کی ہدایت کے لئے علم و عمل، حکمت و دانائی کی جو روشنی عطا فرمائی ہے، اس کا نام "القرآن" ہے۔ قرآن کلامِ الٰہی ہے۔ یہ کتابِ عظیم تمام آسمانی کتب کا لبِ لباب ہے۔ اس کی تعلیم ہمہ گیر اور عالمگیر، سارے علوم کا سرچشمہ اور تمام امور کلیات کو جامع ہے۔ ایک سو چودہ سورتیں (۶۶۶۶) آیات اور (۷۷۴۳۰) کلمات ہیں۔ احکام کی پانچ سو آیات ہیں۔ جن سے امام ابو حنیفہ رہ نے تیرہ لاکھ اور باقی مجتہدین نے ایک کروڑ مسائل استنباط کئے۔ قرآن حکیم سے جن علوم کا استنباط ہوا بقول ابن عربی ستر ہزار ہیں۔ غور کرنے والا ایسے علوم سے بھی مستفیض ہو سکتا ہے جو خارج میں اب تک مدون نہیں ہوتے۔ ع صد جہاں باقیست در قرآں ہنوز

قرآن پاک کی معجزانہ حفاظت

ایک ہزار چار سو سال بیت گئے جب سے قرآن ہمارا پاسبان اور ہم اس کے پاسبان ہوتے ہیں۔ یہ چودہ صدیاں قرنہا قرن کی عمر ہے۔ اس طویل عرصہ میں انسانی ذہن و فکر کے زمین و آسمان بدل گئے۔ نظریات و خیالات میں کیسے کیسے انقلاب آئے؟ معاشرے میں کتنی تبدیلیاں رونما ہوئیں؟ کبھی یونانی علوم کا سیلاب آیا، کبھی ہندی فلسفہ کا سامنا ہوا، کبھی ایرانی تہذیب نے اپنے دم خم دکھائے۔ مگر یہ "زندہ کتاب" آج تک اپنی اصلی اور حقیقی شان کے ساتھ ان ہی الفاظ میں اور اسی زبان میں بجنسہ محفوظ ہے جس حالت میں ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔

یہ کتابِ مبین ہر تغیر سے پاک اور ہر تبدیلی سے مبرا ہے۔ ابتدائے نزول سے اب تک نہ اس میں کوئی ترمیم و تنسیخ ہوئی ہے اور نہ آئندہ کبھی ہو سکتی ہے۔ ایک حرف اور ایک لفظ بھی اس کا کسی عہد اور کسی دور میں نکالا یا بڑھایا نہیں گیا۔ جس طرح حضورِ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا تھا۔ ایک نقطے کی کمی بیشی کے بغیر آج ہمارے ہاتھوں میں ہے اور یقیناً ہمیشہ اسی طرح رہیگا۔

"حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رہ نے اپنی کتاب میں ایک مہتم بالشان مقدمہ تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ قرآن کی جمع و ترتیب اور حفاظت ہمارے ذمہ ہے (اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ (القیٰمۃ) وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر)) لیکن اس وعدہ الٰہیہ کا طریق ظاہر ہے کہ کہ اس طرح منظور نہیں تھا جس طرح کہ انسان اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے اور نہ اس طرح کہ قرآن کسی پتھر کے اندر کندہ ہو جاتا جو مٹانے سے نہ مٹ سکے۔ بلکہ مشاہدہ یہ ہوا کہ حفاظتِ خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ چند بندگانِ صالحین کے قلوب میں ڈالا گیا کہ وہ اس کی جمع و تدوین کی خدمت انجام دیں اور تمام دنیا کے مسلمان ایک نسخۂ قرآنی پر متفق اور مجتمع ہو جاویں اور ہمیشہ جماعاتِ عظیمہ اس کی تلاوت اور تعلیم میں مشغول رہیں تاکہ سلسلہ تواتر نہ ٹوٹ جائے اور تکمیل اس کی اس طرح ظہور میں آئی کہ عہدِ عثمانی میں بمشورہ و اجماعِ صحابہ تمام مصاحف میں سے ایک مصحف پر اتفاق کیا گیا جس میں قراءۃ شاذہ نہیں لی گئی بلکہ قراءۃ متواترہ لی گئی اور قبائل عرب کی سات زبانوں میں سے جن پر قرآن نازل ہوا تھا (یعنی اس کے پڑھنے کی ان زبانوں پر اجازت دی گئی تھی) ایک قریش کا لغت لے لیا گیا اور باقی لغات کے مصاحف متروک کر دئے گئے۔ (ازالۃ الخفاء ج ۱ بحوالہ اصول التفسیر)

ایسا اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اس پاک کلام کی حفاظت کا بڑے زور سے ان الفاظ میں وعدہ فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (سورہ حجر آیت ۹) یقیناً ہم ہی نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں پس اللہ اور اس کے کلام سے زیادہ سچا اور کون ہو سکتا ہے؟ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا۔ ہم صرف مسلمان ہی اس صداقت کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہمارے مذہبی دشمنوں اور مخالفوں کو بھی ایک لمبے تجربے اور طویل تحقیقاتوں کے بعد مجبوراً اس عظیم الشان حقیقت کا صاف طور پر اعتراف کرنا پڑا کہ قرآن کریم میں کوئی تغیر، کوئی تبدل، کوئی کمی، کوئی بیشی، کوئی ترمیم، کوئی تنسیخ اور کوئی ردّ و بدل ہرگز نہیں ہوا۔ چنانچہ ہندوستان میں انگریزی دور کا ایک سابق لیفٹیننٹ گورنر اور لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (Life of Mohammad) کا مؤلف سر ولیم میور لکھتا ہے:۔

"اس بات کی تسلی اور قابلِ اطمینان اندرونی اور بیرونی شہادت موجود ہے کہ قرآن اس وقت بھی ٹھیک اُسی شکل و صورت میں محفوظ و مامون ہے جس حالت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُسے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔" (دیباچہ لائف آف محمدؐ ص ۲۵)

قرآن حکیم کے متعلق اندرونی اور بیرونی شہادت کی کیفیت بیان کرنے کے بعد سر ولیم میور قرآن حکیم کی حفاظت کے سلسلے میں خود اپنا خیال ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:۔

"ہم یہ بات پورے یقین اور کامل وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت اور ہر سورت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانے سے لے کر آج تک کامل اور مکمل طور پر اپنی اصلی حالت اور غیر محرف شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی (دیباچہ لائف آف محمد ص ۲۶ بحوالہ "حیات محمد" محمد حسین ہیکل پاشا)

جن یورپین مستشرقین European Orientalists نے اس امر میں انتہائی کوششیں کی ہیں اور ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا ہے کہ قرآنِ حکیم کو محرّف اور مبدّل ثابت کریں اُن کے متعلق جرمنی کا مشہور مستشرق نولڈیکی (Noeldeke) کا فتوےٰ یہ ہے :-

"یورپ کے جن مصنفین نے اس بات کے معلوم کرنے میں زبردست جد و جہد اور سعی کی ہے کہ کسی طرح قرآن میں تحریف ثابت کریں وہ اپنی اس تمام کوشش میں حیرت انگیز طور پر ناکام ثابت ہوتے ہیں۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا زیرِ تحت لفظ "قرآن" بحوالہ "حیاۃ محمد ص")

"جس حفاظت سے قرآن ہم تک پہنچا ہے۔ اس کی نظیر دنیا میں نہیں"

(انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

کتابتِ قرآن

قرآنِ کریم کو یہ بھی امتیاز حاصل ہے کہ اس کی حفاظت، جمع و ترتیب اور کتابت کا سلسلہ اس کے نزول کے ساتھ ہی شروع ہوا اور آخری مرحلہ تک جاری رہا۔ جبکہ اس سے پہلے کی آسمانی کتابیں ابتداءً زبانی یادداشتوں گیتوں اور قصوں کی شکل میں رہیں اور صدیوں بعد قلمبند ہوئیں لیکن قرآنِ پاک اوّل تا آخر مکتوب نظر آتا ہے — بقول حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رح اس کے لئے اوراق الٹنے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ سورہ فاتحہ کے بعد قرآن کی پہلی سورت بقرہ ہی کی پہلی آیت ذَالِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ (یہ ایک نوشتہ ہے جس میں شک نہیں) یعنی خود کتاب کا لفظ کسی ایک مقام پر استعمال نہیں ہوا بلکہ تقریباً قرآن مجید کی ہر بڑی سورہ میں اس کا ذکر ملے گا۔ قرآن کریم نے کفار عرب کا مقولہ اس طرح نقل کیا ہے۔ وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ○ (سورۃ فرقان) یعنی کفار کہتے ہیں کہ یہ تو قصے ہیں پہلے لوگوں کے جنہیں آپؐ نے لکھ لیا ہے پس وہی پڑھا جاتا ہے اس پر صبح و شام۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ قرآن کی کتابت اور نوشتگی ایک عام اور پھیلی ہوئی بات تھی جسے وہ بھی جانتے تھے جنہوں نے اب تک اسے خدا کی کتاب بھی نہ مانا تھا

(تدوینِ قرآن از مولانا غلام ربانی ایم اے)

پھر اس کی کتابت کا اہتمام دیکھئے کہ دو شنبہ ربیع الاوّل سنہ نبوی کو دوسری وحی اور تبلیغ کا حکم ہوا۔ پنجشنبہ کو خالد بن سعیدؓ مشرف بہ اسلام ہوتے ان سے آپؐ نے کتابت شروع کروائی ان کی دختر اُمِّ خالد کا بیان ہے کہ سب سے پہلے "بسم اللہ" میرے باپ نے لکھی۔ اس طرح نزولِ وحی سے چوتھے دن کتابت شروع ہوئی۔ جو نزولِ قرآن کے اختتام تک برابر جاری رہی۔ بہت سے اصحاب سے کتابتِ وحی کا کام لیا جاتا تھا — علامہ عراقیؒ نے ان کی تعداد ۴۲ لکھی ہے۔ "وَكُتَّابُهُ اثْنَانِ وَأَرْبَعُونَ"۔ اور علامہ الکتانی کی کتاب التراتیب الاداریہ ج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ مراکش میں ان بیالیس کاتبوں کے نام بھی مل جائیں گے۔

کاتبوں کی اتنی بڑی تعداد مقرر کرنے کی وجہ یہی تھی کہ وقت پر ایک نہ ملے تو دوسرا اس کو انجام دے دے۔ حتیٰ کہ ایک صحابی حنظلہ بن ربیع تمام کاتبوں کے خلیفہ تھے اِنَّ حَنْظَلَةَ بْنَ رَبِيعٍ كَانَ خَلِيفَةَ كُلِّ كَاتِبٍ مِنْ كُتَّابِهِ عَلَيْهِ إِذَا غَابَ" (عقد الفرید ج ۲ ص ۱۴۴)

ان کو حکم یہی تھا کہ کوئی رہے یا نہ رہے وہ ضرور حاضر رہیں تاکہ کتابتِ وحی میں رکاوٹ نہ ہو۔ خلفائے اربعہؓ کے علاوہ حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ، حضرت ثابتؓ بن قیسؓ، حضرت حنظلہ بن ربیعؓ اور حضرت امیر معاویہ بن سفیانؓ اس خدمت پر مامور تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ایوب انصاری بھی بطورِ خاص لکھ لیا کرتے تھے۔ اس انتظام کا نتیجہ یہ تھا کہ نزول کے ساتھ ہی ہر قرآنی آیت قلمبند ہو جاتی تھی۔ اور آپؐ صرف لکھوانے پر ہی اکتفا نہ فرماتے تھے بلکہ کاتب جب لکھ لیتے تو پڑھوا کر سنتے — کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ کا بیان ہے کہ فَإِنْ كَانَ فِيهِ سَقْطٌ أَقَامَهُ (مجمع الزوائد ج ۱ ص [illegible])

اگر کوئی حرف یا نقطہ لکھنے سے چھوٹ جاتا تو اس کو آپؐ درست کراتے۔ جب یہ سب کام پورا ہو جاتا تب اشاعتِ عام کا حکم دے دیا جاتا تھا۔ یہی مطلب ہے حضرت زیدؓ کے ان الفاظ کا (ثُمَّ أَخْرَجَ بِهِ إِلَى النَّاسِ)

اور مسند احمد کی روایت میں یہاں تک تصریح موجود ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَمَرَنِي أَنْ أَضَعَ هَٰذِهِ الْآيَةَ بِهَٰذَا الْمَوْضِعِ مِنْ هَٰذِهِ السُّورَةِ۔ جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں اس آیت کو اس سورۃ کی فلاں جگہ پر رکھوں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بلکہ ہر آیت جس سورہ میں جس مقام پر ہے یہ کام بھی جبرئیل علیہ السلام ہی کے حکم سے ہوا۔

مشہور مصنف ڈاکٹر صبیحی صالح نے اپنی کتاب "مباحث فی علوم القرآن" مطبوعہ بیروت میں جمع قرآن کے دو معنی بیان کئے ہیں ایک جمع فی الصدور دوسرے جمع فی السطور یعنی صحابہ کرامؓ نے اسے زبانی یاد کیا اور محفوظ رکھا، لکھا اور کتابت کے ذریعہ محفوظ کیا۔ صحابہ کرامؓ جو آیت اترتی اُسے یاد کر لیتے۔ دس ہزار صحابہ مشہور حافظ گذرے ہیں۔ زبدۃ البیان میں مرقوم ہے کہ كَانَ دَأْبُ الصَّحَابَةِ مِنْ نُزُولِ الْوَحْيِ إِلَى آخِرِهِ الْمُسَارَعَةَ إِلَى حِفْظِهِ۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی حافظ تھیں ان میں زیادہ مشہور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، ام المومنین حضرت حفصہؓ، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ اور ام ورقہؓ ہیں۔

"حضور علیہ السلام نے لاکھ سے زیادہ صحابہؓ کو قرآن پڑھایا۔ صحابہؓ نے خود یاد کیا اور لکھ کر اشاعت کی"

(اسلامی تعلیمات۔ حضرت علامہ قاضی عبدالحی چین پیر صاحب)

غرض اس حزم و احتیاط اور انتظام و انصرام کے ساتھ قرآن کریم اپنی پوری مدتِ نزول میں بصورتِ تحریر جمع ہوتا رہا اور آیات و سور کی

جمع و ترتیب کی تکمیل بحکم خداوندی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی۔ اور پورا قرآن موجودہ ترتیبِ آیات و سوَر کے ساتھ آپؐ کی زیر ہدایت و نگرانی قیدِ تحریر میں آ گیا۔ چنانچہ تمام اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ آج تک اس نبوی جمع و ترتیب کے مطابق ایک نقطہ اور ایک شوشہ کی بھی کمی بیشی کے بغیر قرآن محفوظ و موجود ہے۔ جیسا کہ مولانا بحر العلوم شرح "مسلم الثبوت" میں رقمطراز ہیں کہ:

"قرآن کی یہ ترتیب جس پر وہ آج ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اس کی صحت پر تمام امت کا اتفاق ہے"

اور مشہور شیعی فاضل علامہ سید محمد اپنی کتاب "تنزیہ الفرقان" میں مشہور شیعہ مجتہد علامہ سید مرتضیٰ سے ناقل ہیں کہ:

"قرآن جس ترتیب پر آج ہے — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی وہ اسی طرح مرتب تھا اور اسی طرح اس وقت پڑھا جاتا تھا، اور اسی طرح سے یاد کیا گیا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح سے سنایا جاتا اور آپؐ کے سامنے پڑھا جاتا اور صحابہؓ کی بڑی جماعت نے اکثر بار آپؐ کو پورا قرآن اسی طرح سنایا۔ جس سے صاف روشن ہے کہ قرآن کریم حضور علیہ السلام کے عہد میں مرتب تھا نہ کہ متفرق اور غیر مرتب"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بہت صحابہؓ کے پاس پورا قرآن مکتوبہ شکل میں تھا اور بہت سے ایسے صحابہؓ بھی تھے۔ جن کے پاس اگر مکمل قرآن لکھا ہوا نہ تھا لیکن اس کا بہت بڑا حصہ تحریری شکل میں تھا اور یہ سب ایسی تاریخی حقیقتیں ہیں کہ جنہیں وقت کے بڑے بڑے مستشرقین بھی تسلیم کرتے ہیں چنانچہ سر ولیم میور Sir William Muir نے لکھا ہے کہ:

"اس بات کے ماننے کی زبردست وجوہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں متفرق طور پر قرآن کے لکھے ہوئے نسخے صحابہؓ کے پاس موجود تھے اور ان نسخوں میں پورا قرآن یا تقریباً تمام قرآن لکھا ہوا تھا"

اور ڈاکٹر راڈ ویل رقمطراز ہیں کہ:

"قرآن کے لکھے ہوئے نسخے عہدِ رسولؐ میں عام طور پر زیرِ استعمال تھے"

(بحوالہ اسلامی نظریہ حیات۔ پروفیسر خورشید)

ان مستشرقین کے بیانات کے بعد الکتانی کی عبارت پڑھیے جو انہوں نے علامہ قسطلانی شارح بخاری کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ قَدْ كَانَ الْقُرْآنُ كُلُّهُ مَكْتُوبًا فِيْ عَهْدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لٰكِنْ غَيْرُ مَجْمُوْعٍ فِيْ مَوْضِعٍ وَاحِدٍ۔ (ج ۲ ص ۳۸۵ الکتانی)

قرآن کل کا کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں لکھا جا چکا تھا البتہ ایک جگہ ساری سورتوں کو جمع نہیں کیا گیا تھا (یعنی ایک جلد میں جلد سازی اور شیرازہ بندی ان سورتوں کی نہیں ہوئی تھی)

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد اس قرآن کے لکھے جانے اور اس کی نشر و اشاعت میں جتنی عظیم الشان وسعت ہوئی ہے اُسے علامہ ابن حزم اپنی مشہور کتاب "الفصل بین الملل والنحل" میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

"جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا تو اس وقت تمام جزیرۂ عرب مسلمان ہو گیا تھا اور اس میں کوئی شہر اور کوئی گاؤں اور کوئی آبادی ایسی نہ تھی جہاں مسجد نہ ہو اور ان تمام مسجدوں میں پانچوں وقت نماز میں قرآن پڑھا جاتا تھا اور مسلمان اپنے بچوں اور عورتوں اور مردوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے ڈھائی سالہ عہدِ خلافت میں ملک میں وسعت ہوئی۔ قرآن جاننے والے اور زیادہ ہو گئے۔ کوئی شہر مسلمانوں کا ایسا نہ تھا جہاں قرآن کے لکھے ہوئے نسخے موجود نہ ہوں۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے دور میں اور بھی علاقے فتح ہوتے تمام بلادِ اسلامیہ میں مسجدیں بنائی گئیں اور کوئی شہر ایسا نہ تھا جس میں قرآن کے نسخے لکھے نہ گئے ہوں۔ ہر ہر قریہ میں آئمہ نے قرآن سکھایا۔ مشرق و مغرب کے بیشمار مکتبوں میں بچوں کو قرآن کی تعلیم دی جاتی۔ اسی طرح لاتعداد قرآن لکھے گئے اور بدستور قرآن پڑھایا جاتا رہا۔ اور ان کے عہد میں ایک لاکھ سے کم نسخے قرآن کے مسلمانوں کے پاس نہ ہوں گے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں فتوحاتِ اسلام میں بہت زیادہ اضافہ ہوا اور اس کے ساتھ قرآنی نسخوں میں بھی بہت زیادتی ہوئی۔ اور اس زمانے میں قرآن کے اس قدر نسخے لکھے گئے اور مسلمانوں کے پاس موجود تھے کہ کوئی اس پر قادر نہیں کہ اس کا شمار بنا سکے اور اس کی تعداد کا اندازہ لگا سکے" (باقی آئندہ)

روئیداد اجلاس طبی کمیٹی

طبی کمیٹی لاہور کا اجلاس مورخہ ۲۰ مئی زیر صدارت فضل حکیم فیضی صاحب منعقد ہوا۔ حکیم نور احمد صاحب نے دِل کے بڑھنے پر مقالہ پڑھا۔ حکیم محمد سعید حسن اور حکیم حاجی سراج الدین نے اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے اتحاد کی تلقین فرمائی۔

اور مندرجہ ذیل ریزولیوشن اتفاق رائے سے منظور ہوا۔

طبی کمیٹی لاہور شہر کا یہ اجلاس طبی کانفرنس کی خدمات کا پورا پورا اعتراف کرتے ہوئے صدر طبی بورڈ اور کنوینر طبی رجسٹریشن بورڈ پر کامل اعتماد کا اظہار کرتا ہے اور رجسٹرڈ حکیموں اور ویدوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی فیڈریشن اور جماعتیں بنانے والے اطباء سے باخبر رہ کر مشرقی اور مغربی پاکستان کی ہر دلعزیز طبی کانفرنس کو زیادہ مضبوط بنائیں۔

تلاشِ گمشدہ

(حضرات) ایک لڑکا بنام اللہ وتہ ولد حاجی کریم بخش قوم ارائیں ساکن کہروڑ پکا جو کہ عرصہ چھ (۶) ماہ سے گم ہو گیا ہے۔ عزیز کی عمر تقریباً چودہ (۱۴) سال برنگ گورہ، بدن فربہ، چشم فراخ، کھلی پیشانی، درمیانہ قد زیر تعلیم تھا جو کہ چوبیس (۲۴) پارے قرآن مجید کے حفظ کر رکھے تھے مانده قرآن پاک پڑھنے کے شوق پر گھر سے باہر چلا گیا ہے جس صاحب کو ملے مندرجہ ذیل پتہ پر بھیج دیویں یا اطلاع فرماویں از حد احسان ہو گا۔

حافظ عبد اللطیف مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا ضلع ملتان

ارشاداتِ مجالسِ ذکر

از: حضرت شیخ التفسیر سیدنا و مولانا احمد علی لاہوری ؒ —— مرتبہ: محمد مقبول عالم بی اے لاہور

"نہیں ملتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں"

۲۶ مئی ۱۹۵۵ء جمعرات

ماسوا اللہ سے انقطاع

ذکر کے بعد فرمایا۔ اللہ کے پاک نام میں بے شمار خاصیتیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ دل ماسوا اللہ سے کٹ جاتا ہے۔ اللہ کے ذکر سے محبت ہو جاتی ہے۔ دل یہی چاہتا ہے کہ تنہائی میں خدا یاد کریں۔ لوگ آتے ہیں تو دل گھبراتا ہے۔ دنیا کی کسی چیز میں لذت نہیں رہتی ــــ حالانکہ دنیا داروں کے لئے بیوی، اولاد، مال کتنی محبوب چیزیں ہیں۔ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاۗءِ.. الخ (۳:۱۳) انقطاع کا فائدہ یہ ہے کہ جب دنیا سے جائیں گے تو دکھ نہیں ہوگا۔ کیونکہ دل تو پہلے ہی دنیا سے کٹ چکا ہے۔ جیسے بیماری کے لئے ایک علاج کیا جاتا ہے دوسرے پرہیز۔ اسی طرح غفلت اور جہالت بھی بیماری ہے۔ علاج بکثرت ذکر الٰہی ہے اور پرہیز مشتبہ و حرام سے بچنا۔ تدبیر یہی ہے پھر دل ماسوا اللہ سے کٹ جائے گا۔ اللہ کے ہاں ایسا دل مقبول ہے جس میں سوائے اللہ کے کسی کی محبت نہ ہو۔ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ (۲۶: ۸۸-۸۹) جو سالم دل لائے گا، اُسے نفع ہوگا۔ مال اور اولاد نفع نہیں دیں گے۔ ظاہری حرام سب جانتے ہیں، مثلاً سؤر، رشوت وغیرہ۔ باطنی حرام خواص جانتے ہیں۔ بعض ایسے بھی باکمال ہیں جو نوٹوں میں تمیز کر سکتے ہیں۔ رنڈی کے نوٹ سے زنا کی بُو سونگھ کر بتا سکتے ہیں لیکن عام لوگ اس کے مکلف نہیں ہیں لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (۲:۲۸۶) وہ ظاہری حرام سے بچیں تو بھی غنیمت ہے۔

۲۵ مئی ۱۹۵۵ء بعد از درس قرآن حکیم چوہدری عبدالرحمٰن خاں صاحب اور خاکسار کو بتایا کہ اللہ نے مجھے یہ نعمت دی ہے کہ حلال حرام میں تمیز کر سکتا ہوں۔ یہ میرے حضرت کا فیض ہے ورنہ میں تو گناہگار ہوں۔ فرمایا حال کا واقعہ ہے۔ کسی نے رمضان میں دعوت کی۔ کھانا بھجوایا۔ پلاؤ، زردہ، گوشت وغیرہ تھا۔ سب پر توجہ کی تو سب حرام نظر آئے۔ خاکسار نے دریافت کیا کیسے حرام نظر آئے۔ فرمایا۔ سب پر ظلمت تھی نور نہ تھا۔ پھر ایک ایک چیز پر توجہ کی تو چاول، گوشت، کھانڈ حلال تھے لیکن گھی حرام تھا۔ میں نے ایک دانہ نہ کھایا اور نماز تراویح بڑے آرام سے پڑھ لی۔ اگر میں کھا لیتا تو شیطان بھی ساتھ جاتا اور فتور مچا دیتا۔ پھر سخت تکلیف ہوتی۔

۲ جون ۱۹۵۵ء جمعرات

اصلاح حال

ذکر کے بعد فرمایا۔ اس حلقہ میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ خاص احباب کے لئے ہے لیکن ہم کسی کو روکتے نہیں، اللہ کا نام ہی تو لیتے ہیں۔

خاص احباب کے لئے عرض کرتا ہوں جنہوں نے بیعت کی ہوئی ہے۔ کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں۔ بیعت لینے والا بھی ذمہ دار ہے کہ انہیں ایسا راستہ بتاتے کہ وہ جہنم سے بچ جائیں۔ بیعت کنندہ عہد کرتا ہے کہ اللہ و رسول کے جو احکام بتائے جائیں گے میں ان پر عمل کروں گا۔

غرض امراض روحانی کا علاج صحبتِ شیخ کے سوا کوئی نہیں۔ کتابیں پڑھنے سے بھی یہ امراض نہیں نکلتیں۔ عبور ہو جاتا ہے لیکن کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اصلاحِ حال نہیں ہوتی۔ امراض روحانی جسمانی امراض سے زیادہ مہلک ہیں۔ جسمانی بیماری قبر سے ورے ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن روحانی بیماری ساتھ جاتی ہے اور قبر میں بھی تڑپاتی رہتی ہے۔ اور جہنم میں لے جاتی ہے۔ اہل علم بھی ان سے نجات نہیں پاتے جب تک خاص اہتمام نہ کیا جائے۔ عوام کا تو کیا حال۔ اہلِ علم مدارس دینیہ سے علم جان کر آتے ہیں، رکھتے نہیں ہیں۔ جاننا اور ہے اور رکھنا اور۔ دانستن اور داشتن میں فرق ہے ــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے۔ لیکن اللہ کے بندے آتے رہیں گے۔ جن کی صحبت میں اصلاحِ حال ہوتی ہے۔ کامل مل جائے تو پھر عقیدت، ادب اور اطاعت سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ اوّل تو کامل کا ملنا بڑا مشکل ہے۔ پھر عقیدت، ادب و اطاعت ہو۔ اس میں فرق نہ آنے پائے۔ ورنہ ؎

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

منافقین نمازیں ساتھ پڑھتے رہے، دعاؤں میں شامل، لیکن اصلاحِ حال نہ ہوتی۔ اس لئے کہ انہیں عقیدت نہیں تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اعلان کیا کہ انہیں ہرگز بخشا نہیں جائے گا۔

میرا فرض ہے آپ کو توجہ دلانا۔ اور آپ کا فرض ہے عمل کرنا۔ روحانی بیماریوں کا علاج قرآن میں ہے۔ لیکن اس کے لئے کامل کی ضرورت ہے۔

میرے دو مربی ہیں۔ حضرت دین پوری چالیس برس میری بیعت کے بعد زندہ رہے لیکن کبھی ان سے تقریر نہیں سنی۔ لیکن ان کے جوتوں کی خاک سے موتی ملے۔ اس لئے میرے دل میں اُن کی بے حد عقیدت ہے۔

روحانی بیماریاں کئی قسم کی ہیں۔ مثلاً کبر، حسد، بُغض۔ جمعیۃ العلماء کیوں نہیں چلتی۔ اس لئے کہ علماء کی اصلاح نہیں ہوئی ہے۔ نہ آگے نکلتے ہیں نہ مار کھانے کا خطرہ ہے۔ پیچھے اس لئے نہیں لگتے کہ شان میں فرق آتا ہے کبر کی تعریف ہے سچی بات کا

انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔
حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ ہر کافر فرنگ، ملحد و زندیق کو اپنے سے بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں۔ یہ اُن کا حال ہے۔ ہمارے علماء سب کو جاہل سمجھتے ہیں۔ نکتہ چینی کرتے ہیں، تذلیل و توہین کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو بہت بلند سمجھتے ہیں۔ یہ کبر ہے۔ جب تک انا ہے۔ اللہ کا نور نہیں آئے گا انا نکل جاتے تب اللہ کا نور آسکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی کامل مل جائے۔ یہ کبر ایک بیماری ہے جو اہل علم کے اندر بھی ہے۔ صحبت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ع

از دل خیزد بر دل ریزد

اور ع

دل را بدل رہے است

نواب بہاولپور کا واقعہ ہے۔ ایک دفعہ اس نے کسی بزرگ سے بیعت کا ارادہ کیا۔ وزیر اعظم میرے حضرت کے ہاں پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ فقیر چلے گا۔ دیگ اپنی ساتھ لے جائے گا۔ اللہ کا دیا ہوا رزق کھائے گا۔ نواب صاحب کی دعوت نہیں کھائے گا۔ یہ پہلی شرط ہے۔ اور فقیر جو بات کہے گا وہ نواب صاحب کے کانوں سے گزر کر دل پر پڑے گی۔ اس کی آنکھیں کھلیں گی۔ وہ تم سے حساب لے گا۔ تم اسے زہر دے کر مارو گے۔ یہ نتیجہ نکلے گا کہو تو حاضر ہوں۔ اس نے کہا۔ ہمیں ایسا پیر نہیں چاہئے۔ آخر وہ خواجہ غلام فرید چاچڑاں والے کے مرید ہوئے۔

اصلاح حال نہیں ہوتی، اصلاح نفس نہیں ہوتی جب تک کسی اللہ کے بندے کی صحبت نصیب نہ ہو۔ میں نے صرف ایک بیماری کبر کا ذکر کیا ہے

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اس لئے کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے۔ شجرے میں میرے بائیں طرف والے حضرت کہا کرتے تھے۔ ان گنہگار آنکھوں نے یہ دیکھا۔ یہ ان کا حال تھا۔ حضرت عالم تھے۔ سندھی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ ان کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے چھ دفعہ ترجمہ چھپوا چکا ہوں۔ حضرت نے جہاد کے لئے گھوڑے رکھے ہوئے تھے۔ اُن جیسا کوئی پیر نہیں دیکھا۔ میں انہیں قطب الاقطاب سمجھتا ہوں۔ لیکن وہ اپنے آپ کو گنہگار کہتے تھے۔

حدیث میں دعا آتی ہے کہ اے اللہ! مجھے اپنی نظر میں ذلیل اور لوگوں کی نظر میں بڑا بنا۔ لوگ اپنی نظر میں بڑے بنتے ہیں مگر لوگ انہیں ذلیل سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ امراض روحانی سے نجات دے۔ آمین!

بقیہ: مجلس ذکر

اتنے آرام و راحت سے کہ کسی ٹھاٹھ دار نے، کسی لکھ پتی نے اس طرح نہیں گیا ہوگا۔ وہ لوگ جو گھڑے سے پانی پینا کسر شان سمجھتے ہیں وہ اس کے نوکر چاکر بن رہے ہیں اور اس کے جوتے اٹھاتے، دباتے اور ناراض ہو جائے تو مناتے پھرتے ہیں۔ تفصیل کا موقعہ نہیں ہے۔ وہ لوگ زندہ ہیں بیچارے۔ کہتے ہیں بابا قائم دین ناراض ہو جاتا تو ہم نفل پڑھ پڑھ کر خدا سے دعائیں مانگ مانگ کر راضی کرتے کہ ایک دفعہ لاہور خیریت سے پہنچ جائے پھر جو چاہے سو ہو۔ یہاں نہ ناراض ہو جائے کہیں واپس ہی نہ جائے ہمارے ساتھ۔ اتنا انہیں ڈر لگتا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرتؒ کے منہ سے جب نکلا کہ میاں قائم دین جنتی ہے تو اسے ناراض کر کے ہم جہنم کیسے مول لے لیں۔

ناپاک مال ناپاک مصرف میں لگا

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے رزقِ حلال طیب وافر اللہ تعالیٰ دے گا بلا محنت مشقت۔ آپ خدا پہ بھروسہ کیجئے۔ حرام کا کچھ پیسہ ہدایا کے ساتھ جمع ہو گیا اور کچھ احباب نے کہا یہ سود کا ہے تو حضرتؒ کو کافی عرصہ جمع کرتے کرتے خدا نے یہ سمجھایا کہ ٹٹی کوئی نہیں یہاں بنوا دو۔ شیرانوالہ مسجد میں اُس روپے کی یہ ٹٹیاں بنی ہوئی ہیں اور آخیر میں جب ایسی رقم آ جاتی تو فرمایا کرتے تھے وہ الگ رکھتا ہوں اور بھنگی چماروں کو دے دیتا ہوں۔

وعدہ کی پابندی کی مثال

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو رزقِ حلال کی توفیق دے۔ اولاد کے لئے اگر حرام ہوگا تو نتائج وہی ہوں گے جو آپ نے دیکھ لئے اس عورت کے سلسلے میں۔ عبرت کے لئے، نصیحت کے لئے عرض ہے اور دوسری طرف حضرتؒ فرمایا کرتے تھے قرآن کی یہ تعلیم ہے اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ وعدہ کرو تو پورا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ مشہور ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص آپؐ کو کھڑا کر کے کہیں کسی کام چلا گیا۔ اور وہ اللہ کا بندہ بھول گیا اور حدیث میں تو یہ صورتِ حال ہے کہ ایک دو یا غالباً تین دن وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہے اور وہ شخص اُدھر سے ایک روز اتفاقی طور پر گزرا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم ہی تو کھڑے کر کے چلے گئے تھے۔ اندازہ لگایئے یہ ہے ع

پیا جس کو چاہے سہاگن بنائے

اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اس کمال درجے پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ کتنی بڑی بات ہے

ضروری ضروری مسائل ہر مسلمان کو جاننا چاہئیے

سو میں اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ قرآن و حدیث کی جو تعلیمات ہیں بے شک آپ عالم فاضل نہیں لیکن جو ہیں جن کو اللہ نے فرض کیا ہے، ان کی ذمے داری ہے، ان کو چاہیئے تھا کہ وہ جا کر پڑھیں، نہیں پڑھا تو مسئلہ پوچھنا ان کے ذمے ہے۔ کوئی قاتل، کوئی چور، کوئی ڈاکو عدالت میں جا کر یہ کہہ دے "جی مجھے چونکہ کا نہیں پتہ تھا اس لئے سزا نہ دو" تو اُسے کبھی بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔ سزا پوری ملے گی۔ قانون کا پتہ نہ ہونا تمہارا جرم ہے، عدالت کا جرم نہیں اس لئے حتی المقدور علم دین اور مسائلِ ضروریہ سے واقفیت حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

دعا:۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں اسلی سچا کھرا اور محمدی مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے! آمین۔

حضرت ابو ایوب خالد انصاری

(ایک انجانے محافظ رسولؐ)

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی

جنگ خیبر میں سب سے مضبوط و سنگین قلعہ "قموص" کا تھا۔ جب سخت و طویل جنگ کے بعد مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تو کنانہ امیر قلعہ قموص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس کے پاس بنی نضیر کا خزانہ تھا —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا کہ خزانہ کس جگہ دفن ہے؟ اس نے صاف انکار کیا اور کہا مجھے کچھ علم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا أرأیت ان وجدناہ عندک اقتلک کیا خیال ہے تمہارا کہ اگر ہم نے خزانہ کو دریافت کر لیا تو تم کو قتل کر دیں گے؟ کنانہ نے جواب دیا کہ ہاں مجھے منظور ہے۔

جب مسلمانوں نے خزانہ کا انکشاف کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنانہ کو محمد بن سلمہ کے حوالہ کیا اس لئے کہ ان کے بھائی محمود بن سلمہ کو یہودیوں نے اسی جنگ خیبر میں قتل کیا تھا، انہوں نے اپنے بھائی کے قصاص میں اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ (تاریخ طبری ج ۳ ص ۹۵)۔

قلعہ قموص کی عورتوں کو قیدی بنایا گیا، اس گروہ کے آگے آگے خود کنانہ کی بیوی صفیہ اور اس کی چچا زاد بہن تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو لے جا رہے تھے۔ جب یہ اس میدان میں پہنچیں جہاں یہودیوں کی لاشیں پڑی تھیں تو صفیہ نے صبر سے کام لیا مگر ان کی چچا زاد بہن نے چیخ پکار مچائی دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئیں تو آپؐ نے فرمایا کہ اس شیطان کو یہاں سے لے جاؤ یعنی صفیہ کی بہن جو چیخ پکار مچا رہی تھی۔ پھر آپؐ نے صفیہ پر ایک چادر ڈال دی جس کا مطلب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہو گئی۔ (السیرۃ از ابن ہشام ج ۳ ص ۳۵۰)۔ بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ سے شادی کے بارے میں رائے دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ میری یہ خواہش زمانۂ شرک میں تھی اب اسلام کے بعد تو پوچھنے کا کیا، آنحضرتؐ نے ان کو آزاد کر دیا اور پھر شادی کر لی۔ (السمط الثمین از محب طبری ص ۱۲۰)

فاتح مسلمان خیبر سے چلے ۶ میل پر قافلہ ٹھہرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہؓ سے ملنا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ آنحضرتؐ کو یہ بات کچھ گراں گذری کارواں آگے بڑھتا رہا۔ جب ایک مقام "صہبا" میں آرام کے لئے اس نے منزل کیا تو حضرت صفیہؓ نے ملنے کی آمادگی ظاہر کی۔ حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ نے حضرت صفیہؓ کی آرائش کی کنگھی وغیرہ کی پھر فرمایا کہ میں نے اتنی روشن و تابناک عورت نہیں دیکھی۔ (السیرۃ از ابن ہشام ج ۳ ص ۳۴۵)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے پر انہوں نے ایک خواب بیان کیا، حضرت صفیہؓ نے کہا کہ جب میری پہلی ملاقات کنانہ بن ربیع سے ہوئی تو رات کو میں نے یہ خواب دیکھا کہ میری گود میں ایک چاند آ کر گر پڑا، جب آنکھ کھلی تو میں نے کنانہ سے یہ خواب بتایا اس نے غصہ ہو کر کہا کہ ماھذا الا انک تمنین ملک الحجاز محمداً یہ نہیں ہے مگر تو تمنا کرتی ہے حجاز کے بادشاہ محمدؐ کی پھر اس نے ایک ایسا چانٹا مارا جس کا اثر اب تک باقی ہے (تاریخ طبری ج ۲ ص ۹۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خواب سن کر خوشی ہوئی مگر آپؐ کے دل میں ابتدا میں ملاقات سے انکار کا خیال تھا، چنانچہ آپؐ نے وجہ دریافت فرمائی۔ حضرت صفیہؓ نے فرمایا کہ خشیت علیک قرب الیہود (یہودیوں کی قربت سے آپؐ پر مجھے ڈر محسوس ہوا)۔

وہ قبا جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صفیہؓ یہ سب باتیں کر رہے تھے اس سے ذرا دور پر ایک انصاری رات بھر جاگتے رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بغیر قبہ کا طواف کرتے اور گھومتے رہے۔ ان کے ہاتھ میں تلوار تھی، جب صبح ہوئی تو آنحضرتؐ نے ان کو دیکھا اور دریافت فرمایا کہ مالک یا ابا ایوب "کیا بات ہے اے ابو ایوب"

انہوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ! اس عورت کے گھر والے اور شوہر وغیرہ قتل کئے گئے ہیں، ابھی اس کا زمانۂ کفر ختم ہوا ہے، مجھے بڑا ڈر لگا آپؐ پر اس لئے میں رات بھر حفاظت کے خیال سے آپؐ کے آس پاس رہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اللھم احفظ ابا ایوب کما

"اے اللہ ابو ایوب خالد بن زید کی حفاظت فرما جس طرح انہوں نے رات بھر جاگ کر میری حفاظت کی ہے"۔ (السیرۃ از ابن ہشام ج ۳ ص ۳۵۵ ماخوذ از نساء النبی مولفہ بنت الشاطی)

چونکہ اس سے قبل ایک یہودی عورت نے آنحضرتؐ کو زہر دیا تھا اور یہ واقعہ تازہ تھا اس لئے حضرت ابو ایوب کو خدشہ ہوا، انہوں نے سفر کی پوری رات جاگ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی۔ اس انجان محافظ کے خلوص کی قدر کرنا اور اس کی قیمت کا اندازہ لگانا ہم لوگوں کی طاقت سے باہر ہے۔ انصاری کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و خلوص بے پایاں کی مثال سے تاریخ کے اوراق پُر ہیں۔ یہ وہی انصار ہیں جنہوں نے غزوۂ بدر کے موقع پر آنحضرتؐ سے کہا تھا کہ آپؐ فرماتے تو ہم لوگ آگ میں کودنے کو تیار ہیں، جنگ خیبر میں مہاجرین بھی تھے مگر یہ خیال کسی کے دل میں نہ گذرا، اور ایک انصاری نے خلوص و محبت کی شمع دل میں روشن کئے ساری رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں آنکھوں ہی آنکھوں میں بتا دی۔

یہ ہے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے خلوص و تعلق کا عملی نمونہ جس سے انصاری کی تاریخ روشن ہے۔ رضی اللہ عنہم۔

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۸ مئی ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۸)

بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ بیزاری ہے اللہ کی طرف سے اور بے زاری ہے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے۔ کیونکہ اللہ کی بیزاری کا پتہ کہاں سے چلے گا؟ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیزاری سے۔ رسول کو چھوڑنا نہیں بھائی! یہ غلط بات ہے کہ ہم اللہ تک براہ راست جاتے ہیں۔ کہاں سے جاتے ہو؟ کون سا رستہ ہے؟ وہ رستہ تو اللہ کا رسول ہی ہے اور تو کوئی رستہ ہے ہی نہیں —— بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ — بے زاری ہے اللہ کی طرف ہے، وَرَسُوْلِہٖ —— اور بیزاری ہے اللہ کے رسولؐ کی طرف سے، کہ اللہ کی بات کون کہے گا اللہ کا رسول۔ کس سے بیزاری ہے؟ اِلَی الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ — اُن لوگوں کی طرف، اُن لوگوں سے بیزاری ہے جن کے ساتھ اے مسلمانو! تم نے عہد کیا ہے۔ یعنی تم نے تو عہد کیا ہے۔ لیکن میں اس عہد کو خطرناک سمجھتا ہوں۔ اس لیے میں اعلان کرتا ہوں کہ تمہارا جو عہد تھا اس عہد کو توڑ دیا جاتا ہے۔ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ مشرکوں میں سے جن مشرکوں کے ساتھ تم نے عہد کیا اُس عہد کو میں توڑتا ہوں — اور میں یوں توڑ رہا ہوں کہ میں اور میرا رسول اس عہد سے بیزار ہیں۔ قرآن مجید میں میرے بزرگو آتا ہے، سورتِ انفال میں بھی ہے اور دوسری جگہ بھی آتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ! یہ جو منافق ہیں، تیرے پاس آ کر تیرا کلمہ پڑھتے ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط کبھی کبھار نماز بھی پڑھ لیتے ہیں، اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن میں تو جانتا ہوں ان کے باطن خراب ہیں۔ تُو ان کے لئے مجھ سے معافی مانگ یا نہ مانگ، میں ان کو نہیں بخشتا —— اَسْتَغْفَرْتَ لَھُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ۔ دوسری جگہ فرمایا اسی کی تشریح میں۔ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ۔ کیونکہ مسلمانوں کی رہنمائی تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ تو یہاں فرمایا کہ اے مسلمانو! تم نے جو صلح حدیبیہ کے وقت اور بعد میں معاہدے کئے ہیں کافروں کے ساتھ، وہ معاہدے اللہ تعالےٰ کو پسند نہیں ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ کیا فرماتے ہیں؟ بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ بیزاری ہے اللہ کی طرف سے وَرَسُوْلِہٖ اور بیزاری ہے اللہ کے رسول کی طرف سے اِلَی الَّذِیْنَ، ان لوگوں کی طرف اُن لوگوں کے ساتھ۔ عٰھَدْتُّمْ۔ جن کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا اے مسلمانو! (جمع کا صیغہ ہے) —— مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ وہ کون لوگ ہیں؟ جو مشرک ہیں۔ میں ان سے بیزار، میرا رسول ان سے بیزار، اب تم کیا کرو؟ ان سے یہ بات کہو —— (یہاں پر قُوْلُوْا لَھُمْ کا جملہ محذوف ہے) اُن سے تم اب مسلمانو! یہ کہہ دو۔ فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ۔ اُن سے کہہ دو کہ تم ذرا چل پھر لو زمین میں چار مہینے — (اَرْضِ سے مراد عرب کی سرزمین) (عرب کا علاقہ، ارضِ عرب) —— (سِیْحُ مشتق ہے سیاحت سے) جیسے ہماری بولی میں کہتے ہیں نا کہ تین چار دن سیر سپاٹا کر لو، پھر میں تمہارا بندوبست کرتا ہوں۔ تو یہاں بھی فرمایا سِیْحُوْا۔ سیر کر لو، چل پھر لو تم — فِی الْاَرْضِ۔ اس سرزمینِ عرب میں اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ — چار مہینے — کیونکہ چار مہینے جو ہیں اَشْھُرِ حُرُم ہیں۔

میں پہلے اپنے کسی درس میں عرض کر چکا ہوں کہ ملتِ ابراہیمی میں، ابراہیم علیہ السلام کی ملت میں چار مہینوں میں اشہر حرم قرار دیا گیا تھا۔ شوال، ذی قعدہ، ذی الحج اور محرم — یہ چار مہینے ہیں، ان چار مہینوں میں لڑنا جھگڑنا ملتِ ابراہیمی میں حرام تھا — تو اسلام ہر اچھی بات کو قبول کرتا ہے۔ پھر امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملتِ ابراہیمی پر ہیں۔ جب حضورؐ تشریف لائے تو حضورؐ نے بھی اس چیز کو باقی رکھا۔ اور قرآن کا بھی یہی حکم ہوا — تو فرمایا ان سے کہہ دیجئے کہ چار مہینے تم زمین میں چل پھر لو اور اس کے بعد پھر تم تیار رہو۔ اور تم یہ مت خیال کرو کہ چار مہینوں میں ہم تیاری کر لیں گے — نہیں —— وَاعْلَمُوْا اور جان رکھو اے کافرو! اے مشرکو! اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ لا تم اللہ کو نہیں تھکا سکو گے۔ تمہاری کوئی چالبازی ایسی کامیاب نہیں ہو سکتی کہ تم اللہ کی گرفت سے بچ جاؤ۔ ان چار مہینوں میں تم سوچ لو کہ تمہارا مستقبل کیسا ہونا چاہیئے۔ یا تو اسلام قبول کر لو ورنہ پھر تیار ہو جاؤ لڑائی کے لئے۔ اگر لڑائی کرنا چاہو گے تو یہ بھی سن لو۔ اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ لا تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے۔ تم اللہ کو نہیں تھکا سکو گے۔ وَاَنَّ اللّٰہَ مُخْزِی الْکٰفِرِیْنَ ٥ اور ساتھ ہی یہ بھی اطلاع دے دی آنے والی بات کی۔ وَاَنَّ اللّٰہَ۔ اور بے شک اللہ تعالےٰ۔ مُخْزِی الْکٰفِرِیْنَ ٥ ذلیل کرنے والا ہے کافروں کو —— اب تم اللہ تعالےٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔ اسلام لاؤ تو بہتر، ورنہ تم ذلیل ہو جاؤ گے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: روزنامہ جنگ کے ایک شذرہ پر

دیکھئے آپ کا ضمیر گواہی دے گا کہ یہ لوگ اس ادارے کو اپنا ادارہ نہیں سمجھتے۔ ان کے دلوں میں اس کے اب تک کے "کارنامے" کانٹوں کی طرح چبھے ہیں اور اس پر بے اعتمادی کا عالم یہ ہے کہ اگر وہ کوئی صحیح بات بھی کہہ دے تو لوگوں کی نگاہ میں مشکوک ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس ادارے سے زبردست نقصان یہ پہنچ رہا ہے کہ عوام اور حکومت کے درمیان بے اعتمادی کی خلیج وسیع ہو رہی ہے ہمارے ملک کا ایک بڑا طبقہ وہ ہے جو موجودہ حکومت سے اس کے سوا کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں رکھتا کہ اس کی سرپرستی میں ادارہ تحقیقات اسلامی دین کے اجماعی مسلمات پر نشتر کاری میں مصروف ہے۔ اور اسی طرح اسلام کی بنیادی اقدار مجروح ہو رہی ہے (البلاغ شعبان ۸۸ھ)

یہ مشتے نمونہ خروارے ہے اگر دوسرے مختلف المسلک دینی جرائد کے بیسوں مختلف المشرب مضامین نگار حضرات کی تحریرات کے اقتباسات لکھے جائیں تو بہت طویل ہو جائے گا۔ بتلانا یہ ہے جو ادارہ دینی حلقوں میں اس بُری نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے اس کو جناب مدیر جنگ یہ سند عطا فرما رہے ہیں۔

یہ ادارہ بڑے کام کر رہا ہے۔ بعض کام اس نے بڑے ٹھوس بھی کئے ہیں اور بعض بڑی قابل قدر خدمات بھی انجام دی ہیں۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کے ٹھوس کام

مدیر جنگ نے ادارہ تحقیقات کی تعریف میں یہ دعویٰ تو کر دیا کہ اس نے ٹھوس کام کئے ہیں مگر ان کی نشاندہی نہیں فرمائی اور نہ ان قابل قدر خدمات کا اجمالاً ہی ذکر کیا ہے جن سے واقف ہو کر بزعم ان کے ہر شخص اس کی تعریف کرے گا۔

جہاں تک ہماری ناقص معلومات کا تعلق ہے ادارہ نے درج ذیل ٹھوس کام ضرور کئے ہیں اور ہو سکتا ہے اسلام کے نام سے حاصل کی ہوئی اس طویل و عریض مملکت میں "جس میں بایں معنی مذہبی آزادی موجود ہے کہ مذہب حق کے خلاف جو کہنا چاہو کہہ سکتے ہو ؎

انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ!

ایسے فہمین افراد بھی موجود ہوں جس سے واقف ہو کر اس کی تعریف کریں۔ لیکن اس ادارہ نے جو ٹھوس کام اور دستور اسلامی کے سلسلہ میں جو قابل قدر خدمات انجام دیں اس کا نمونہ یہ ہے۔

پہلا ٹھوس کام

ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈائریکٹر صاحب نے بیرون ملک ایک ایسی تقریر فرمائی جس کی زد اسلام پر پڑی یہاں تک کہ خود ادارہ تحقیقات نے اس کی ذمہ داری لینے کی جراُت نہ کی۔ اسے جناب مقرر کے ذاتی خیالات بتلا کر جان بچائی مگر اسلام کے سلسلہ میں غالباً ٹھوس کام کرنے کی خاطر ہی اس مطروح تقریر کی اپنے رسائل میں اردو، عربی اور بنگالی میں اشاعت کر کے ہزاروں ہاتھوں تک پہنچایا۔ اور شاید صرف اس لحاظ سے کہ اسلام کی خاطر ٹھوس کام کرنے میں کوئی فرق نہ آ جائے مقرر محترم کو نہ صرف یہ کہ ادارہ کی ذمہ داری سے اس طرح غیر ذمہ دارانہ تقریر پر معزول نہیں کیا گیا بلکہ اس سے جواب طلبی اور باز پرس کو بھی قابل قدر خدماتِ دینی انجام دینے کے خلاف خیال فرمایا گیا۔

دوسرا ٹھوس کام اور قابل قدر خدمت

ایک ایسے ایڈووکیٹ صاحب کے ذریعہ مجموعہ قوانین اسلام کی ترتیب دینے کی قابل قدر خدمت سر انجام دی جس کے عجیب و غریب تحقیقات کو عالمگیری، بحرالرائق، شامی اور دوسرے معتمد علیہ کتب مذہب کی جگہ بلکہ ان کے مقابلہ میں عدالتہائے ملک پذیرائی حاصل ہو گی جس کی علمی استعداد عربی دانی اور تفقہ فی الدین کا یہ عالم ہے کہ بقول بینات کراچی قرائن بروزن کونین بمعنے دو حیض کو قرائن بر وزن مساجد جمع قرینۃ سمجھ کر اپنی استدلال کی بنیاد رکھتا ہے۔ اور دین بمعنی طریقہ حق اور دین بمعنی قرض میں فرق سمجھنے سے قاصر ہے اور جو اقتدار کی خوشامد میں عائلی قوانین کے تمام دفعات کو جو ملک کے ہر مسلک و مشرب کے علماء کے نزدیک مردود و مسترد ہیں لایعنی باتوں سے ثابت کرنے کی سر توڑ کوشش کرتا ہے۔ ہاں اور ان کی یہ ٹھوس اور قابل قدر دینی خدمت بھی کیا کم ہے کہ شہادت جس کے معنی ہی حاضر ہونے اور سامنے ہونے کے ہیں اور دنیا بھر کی عدالتوں میں بھی یہی قاعدہ عام اور رائج ہے کہ اس کے باوجود کہ فون وغیرہ پر حکومت کے پورے اختیارات ہیں مگر شہادت کے لئے مجال ہے کہ اسے (فون کو) استعمال میں لایا جائے بلکہ شاہد اور سرکاری آفیسر وغیرہ اپنے اپنے ذمہ داریوں کا پیچھے سے کوئی انتظام کر کے خود مجسٹریٹ کے سامنے حاضر ہوں گے اور ادائے شہادت کا فریضہ اسی فطری اور اسلامی طریقہ سے ادا کریں گے۔ مگر انہوں نے نکاح تک کی شہادت کو نہ صرف پس پردہ بلکہ کوسوں دور بیٹھ کر بھی ادا کرنا اپنے خانہ زاد اسلام میں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر پاکستانی مسلمانوں کو ایک عظیم تحفہ کے طور پر لا کر دیا۔ شاید انہی ٹھوس کاموں کو یہ حضرات قابل قدر خدمات سے تعبیر فرما رہے ہیں اور انہی سے واقف ہو کر سمجھتے ہیں کہ ہر شخص ان کی تعریف کرے گا۔

تیسرا ٹھوس کام اور قابل قدر کارنامہ

ادارہ ممدوح کا ایک اور زبردست کارنامہ بھی عوام نے دیکھ لیا یعنی یہ کہ بلند بانگ دعاوی سے بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کا ڈھنڈورا پیٹا گیا۔ عالم اسلام کی نمایاں شخصیتوں کو دعوت دی گئی لاکھوں روپیہ صرف ہوا۔ لیکن بیچ میں اسلام کے خلاف وہ زہر آلود تقریریں سنوانے کا انتظام کیا گیا جنہیں حاضرین ملکی اور باہر سے آنے والے "مندوبین" کی قوت ایمانی برداشت نہ کر سکی اجلاس ناکام ہوئے۔ ناقدین اور مرادین نے بعض کہنے والوں کو دیر بھی کوئی مسلمان ہے تک کہا تفصیلات کے لئے دیکھو بینات کراچی ترجمانِ اسلام لاہور اور بالخصوص البلاغ کراچی بابت محرم ۸۸ھ۔

حد یہ ہے کہ عائلی قوانین کی بعض دفعات اور حرمت سود، بیمہ انشورنس وغیرہ جیسے اہم مسائل پر جو کمیٹیاں مقرر کی گئی تھیں اور سود کی ہر قسم کی حرمت پر کمیٹی نے جو متفقہ فیصلہ صادر فرمایا شیخ الاسلام حضرت افغانی دامت برکاتہم کے اس سلسلہ میں لاجواب ارشادات عائلی قوانین پر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب شیخ الحدیث کی مدلل و مبرہن تقریر ان سب کو اندرون خانہ محفوظ رکھا گیا۔ خدام الدین لاہور نے ان تفصیلات کو منظر عام پر لانے کے عنوان سے اداریہ لکھا۔ البلاغ کراچی نے ان اہم تفصیلات کے چھپا لینے پر افسوس کیا۔ عیدالاضحیٰ کے عظیم اجتماعات میں سینکڑوں مقامات پر ان کے اظہار کا مطالبہ ہوا مگر قابل قدر خدمات انجام دینے کی خاطر ایک نہ سنی گئی اور ادارہ حسب سابق برابر اپنے کام میں مصروف رہا۔

ادارہ تحقیقات اسلامی برابر کام کر رہا ہے

مدیر جنگ کا ارشاد ہے کہ یہ ادارہ برابر کام کر رہا ہے۔ ہم بھی سو فیصد اس سے متفق ہیں کہ یہ ادارہ برابر کام کر رہا ہے۔ لیکن وہ کام ہے کیا جس میں یہ ادارہ برابر مصروف ہے اور ایک منٹ تک دم لینے کی بھی فرصت نہیں رکھتا کیا وہ کوئی ایسا کام ہے جس سے اہل اسلام واقف ہو کر خوش ہوں گے اور اس کی تعریف کریں گے۔ الحق الکوڑہ خٹک کی زبانی اس کی ایک نہایت ہی سرسری اور مختصر فہرست سن لیجیے۔

(۱) قرآن حکیم کے احکام ابدی نہیں بلکہ اس کے اور مقاصد ابدی ہیں۔ (۲) زکوٰۃ عبادت نہیں ٹیکس ہے (۳) اسلام کے ابتدائی زمانہ میں دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر تھی اب عورتیں تعلیم یافتہ ہیں اور ایک عورت کی شہادت بھی مرد کے برابر ہے۔ (۴) شریعت اسلامیہ غیر متبدل ہمہ گیر اور ابدی نہیں۔ (۵) وحی وہی مقبول ہے جو عقل و بصیرت کے معیار پر پوری اترے۔ (۶) قرآن کریم کے فیصلے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث قطعی قوانین نہیں زیادہ سے زیادہ ایک نمونہ اور مثال ہیں۔ (۷) قرآن و سنت کے اکثر احکام خاص حالات سے وابستہ ہیں وقتی اور ہنگامی حیثیت رکھتے ہیں۔ (۸) قرآنی احکام بھی اجتہاد کے زیر اثر ہیں جن میں تغیر و تبدل کیا جا سکتا ہے (۹) جبرئیل علیہ السلام کا کوئی خارجی وجود نہ تھا یہ سب خیالات دوسری تیسری صدی کے پیداوار ہیں۔ (۱۰) پیغمبر ایک عرب قوم تشکیل میں مصروف رہے اور قوانین بنانے کے لیے انہیں فرصت نہ مل سکی۔ (۱۱) معراج ایک افسانہ ہے۔ (۱۲) قرآنی قصص محض بے بنیاد کہانیاں ہیں۔ (۱۳) اسلامی قانون میں حدیث کو حجت نہیں بنایا جا سکتا۔ (۱۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پنجگانہ نمازوں اور اس کے احکام کی کوئی واضح تعلیم نہیں دی پنج وقتہ نماز حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے تک رائج نہ تھی بعد کی اختراع ہے۔ (۱۵) سنت نبویؐ کا اکثر حصہ قبل از اسلام کی رسومات پر مشتمل ہے (۱۶) عہد جاہلیت میں جو سود رائج تھا

وہ حرام ہے مطلق سود حرام نہیں ۔ (۱۷) اسلام کا خلا مغرب کی راہنمائی سے پر ہو سکتا ہے ۔ (۱۸) نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ عیسائیوں سے لیا گیا ہے ۔ (۱۹) یہی حال شفاعت اور خروج مہدی کے عقیدہ کا ہے ۔ (۲۰) صرف انگور سے تیار کی گئی شراب حرام ہے ۔ اس کے علاوہ بیر وغیرہ تمام اقسام حلال ہیں ۔ الحق بابت ذوالحجہ ۱۳۸۶ھ ۔ مشینی ذبیحہ اور بلا تکبیر بھی حلال ہے ۔ (تازہ فتویٰ مندرجہ مختلف اخبارات) ۔ (۲۲) بعض خصوصی سماجی حالات بیسویں صدی کا کامیاب مذہب کمیونزم ہے اس کی تردید نہیں کی جا سکتی ۔ غالباً ۱۳۸۵ھ کا واقعہ ہے کہ اکتیس علماء نے اسلامی حکومت کے جو ۲۲ بنیادی اصول مرتب فرمائے تھے یہ ۲۲ قابل قدر خدمات ان کا نعم البدل ہیں ——— سچ فرمایا مدیر جنگ نے کہ یہ ادارہ برابر کام کر رہا ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ مدیر شہیر موصوف کے نزدیک ان سے واقف ہونے کے بعد ہر شخص ان کی تعریف کرے گا اور ملک کے دینی حلقوں اسلام پسند عناصر کے نزدیک بہ الفاظ بینات کراچی صفر المظفر ۱۳۸۶ھ ۔

"اب تو ڈاکٹر صاحب کی حقیقت پاکستان کے ہر مسلمان پر عیاں ہو چکی ہے ۔ اب تو حکومت کا فرض ہے کہ ان کو نہ صرف ان کے غیر اسلامی نظریات کی بنا پر بلکہ غیر ممالک میں ان رسواکن بیانات کی بنا پر فوراً ان عہدوں سے معزول کر کے ان کے خلاف محکمانہ کارروائی کرے اس لئے کہ ان کے یہ بیانات اسلام ، علماء اسلام اور دستور پاکستان کے ساتھ غداری کے مترادف ہیں ۔"

اس وقت پوری قوم کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ اسلامی تحقیقاتی ادارہ پر جو ملک کا لاکھوں روپیہ سالانہ صرف ہو رہا ہے وہ نہ صرف ضائع جا رہا ہے بلکہ اسلام کی بیخ کنی پر صرف ہو رہا ہے ۔ (الحق بابت ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ) ۔

اسلامی دستور سے متعلق جو کام ہو رہا ہے اس کے سرسری جائزہ لینے کے لئے یہ فہرست آپ کے سامنے ہے ۔ یاد رہے کہ اسلامی مملکت کے یہ ۲۲ بنیادی اصول" تو صرف ادارہ کے ڈائریکٹر صاحب کا فیضان نظر ہے ۔ ادارہ میں دوسری شخصیتیں بھی کچھ کم کرم فرما نہیں ہیں ۔ "این خانہ تمام آفتاب است"

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

یہ ہے علماء سے متعلق وہ تعریفی تنذرہ ۔

رحم تو این است قہرت چوں بود!!!

نور تو اینست نارت چوں بود!

آخری گذارش :۔ ہم ممنون ہوں گے اگر چند ایسی مثالیں پیش کر دی جائیں کہ دستور کی فلاں فلاں دفعہ یا ملکی قوانین میں سے فلاں فلاں قانون اسلام کے خلاف انگریزی دور میں رائج تھا اور ادارہ تحقیقات اسلامی کی محنت اور سعی سے حکومت پاکستان میں وہ اسلامی دفعہ اور اسلامی قانون سے تبدیل ہو گیا ۔

تعارف و تبصرہ

نام کتاب : قرآنی دستور انقلاب" (تفسیر سورۂ مزمل و مدثر)
از مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ
ہدیہ ۳/۲۵ روپے ۔
ناشرین : ادارۂ حکمۃ اسلامیہ ۴ ۔ اردو بازار لاہور

امام ولی اللہ دہلوی کی تحقیق کے مطابق قرآن حکیم کی تعلیم انقلابی طریقے کی تعلیم ہے نہ کہ ارتقائی ۔ اس کی تشریح میں حضرت مولانا عبید اللہ سندھی نے قرآن حکیم کی جو توضیح کی وہ دور حاضر کے عین مطابق ہے اور دنیا کی انقلابی تحریکوں پر قرآنی انقلاب کو غالب کرنے کی راہ دکھاتی ہے ۔ سورہ مزمل اور مدثر نزول کے لحاظ سے بالکل ابتدائی سورتیں ہیں ۔ ان میں انقلابی افکار کا ہونا ، قرآن کے انقلابی کتاب ہونے کا مکمل ثبوت ہے ۔ "قرآنی دستور انقلاب" مولانا سندھی کی زندگی کے انقلابی تجربات پر مشتمل ہے ۔ ہمارے نوجوانوں کو اس سلسلہ تفاسیر کا مطالعہ کرنا چاہیئے تاکہ وہ قرآن کی انقلابیت سے آشنا ہو کر دنیا کی انقلابی تحریکوں پر اسے غالب کرنیکا پروگرام بنا سکیں ۔

نام کتاب :۔ "قرآنی عنوان انقلاب" (تفسیر سورۂ فتح)
از :۔ مولانا عبید اللہ سندھی ۔
ہدیہ :۔ ۲/۲۵ روپے
ناشرین :۔ ادارۂ حکمۃ اسلامیہ ۴ ۔ اردو بازار لاہور ۔

یہ سورۂ فتح کی حکیمانہ تفسیر امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی کی املا کردہ ہے ۔ اس میں دکھایا گیا ہے کہ قومی انقلاب کو بین الاقوامی انقلاب کس طرح بنایا جا سکتا ہے ۔ اب جبکہ اللہ کے فضل سے پاکستان میں انقلابی حکومت قائم ہے ، ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان قرآنی انقلاب کو سمجھ کر اسے عالمگیر بنانے کا طریق سیکھیں اور دور جدید کے ٹوٹن وار اور قرآنی جہاد کا موازنہ کر کے دیکھیں ہمیں یقین ہے کہ اس مختصر مگر جامع تفسیر کا مطالعہ ہمارے ترقی کن نوجوانوں کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا ۔ ہمارے کالجوں اور سکولوں میں اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے ۔ (عبید اللہ انور)

بچوں کا صفحہ

اخلاق کی عظمت

شفقت سلطانہ - لاہور

کردار کی بلندی ذہن کی عظمت اور عملی ترقی کا ثبوت ہے۔ جن لوگوں کا کردار بلند ہوتا ہے وہی لوگ زندگی کی عظمت کے راز سے آشنا ہوتے ہیں اور ایسے ہی افراد زندگی کی سطح پر انسانی فلاح و بہبود کے وہ خوشگوار پھول کھلاتے ہیں جن کی مہک تاقیامت رہتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحؒ لکھتے ہیں کہ جب ہماری خادمہ کا انتقال ہونے لگا تو حالتِ بے ہوشی میں مَیں نے اُسے مسکراتے دیکھا۔ مَیں نے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ اسے ہوش عطا فرما تاکہ ماجرا پوچھ سکوں۔ اللہ تعالےٰ اسے ہوش عطا فرماتے ہیں۔ تو میرے دریافت کرنے پر خادمہ کہتی ہے "مَیں بازار میں ایک دفعہ گھی لینے گئی اور روپیہ برتن ہی میں ڈال دیا۔ دوکاندار نے یہ خیال کیا کہ اسے قیمت مل جائے گی۔ اسی خیال میں اس نے برتن میں گھی ڈال دیا۔ مَیں نے خیال کیا روپیہ نکال لیا ہوگا۔ جب مَیں نے گھر آکر گھی ہنڈیا میں انڈیلا تو روپیہ برتن سے نکل آیا۔ مَیں نے خدا کے خوف سے ڈر کر روپیہ لے جا کر اس دوکاندار کے حوالے کر دیا۔ میرے اس عمل کے بدلے میں اللہ نے مجھے زندگی ہی میں جنّت کی خوشخبری دی ہے اور یہ درجہ عطا کیا ہے۔

فَادْخُلِی فِی عِبَادِی ٥ وَادْخُلِی جَنَّتِی ٥ —

(ترجمہ) پس میرے نیک بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

انسان حقیقی معنوں میں اس وقت انسان کہلوانے کا مستحق ہو سکتا ہے جب اپنے اندر اسلامی روایات کے مطابق عملی کردار پیدا کرے چونکہ اسلام مسلمانوں کو عملی زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ کوئی قوم خواہ وہ کتنی ہی طاقتور اور قوی کیوں نہ ہو دنیا کی دیگر اقوام سے برتری حاصل کرنے سے قاصر ہے جبتک وہ کوئی عملی قدم نہ اٹھائے۔ اس لئے ہمیں اپنے اسلاف کی طرح عملی زندگی گذارنے کی سعی کرنی چاہئے۔ بزرگانِ دین کی عملی زندگی کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

ایک عورت رسولِ کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے اور پکار کر کہتی ہے "حضورؐ مجھے پاک کر دیجئے مجھ سے کبیرہ گناہ سرزد ہو گیا ہے۔" آپؐ کوئی جواب نہیں دیتے۔ عورت پھر یہی کہتی ہے۔ آپؐ اسے وضع حمل تک مہلت دیتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد پھر وہی عورت بچے سمیت حاضر ہوتی ہے۔ آپؐ اسے فرماتے ہیں جب بچہ روٹی کھانے لگ جائے پھر آنا۔ کچھ عرصہ بعد پھر وہ حاضر ہو کر کہتی ہے کہ اب بچہ روٹی کھا لیتا ہے آپؐ اسے سنگسار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس کی وفات کے بعد آپؐ خود جنازہ پڑھاتے ہیں اور فرماتے ہیں اس کی توبہ کو وہ مقام حاصل ہوا ہے کہ مدینہ کے ستر آدمیوں کی بخشش کے لئے کافی ہے۔

مَیں کامل وثوق سے کہتی ہوں اگر ہم زندگی کے ہر شعبے میں اسلامی اصولوں کے پابند رہیں تو بہت تھوڑے عرصہ میں ترقی کی تمام تر منازل طے کر سکتے ہیں اس وقت ہمارے ملک پاکستان میں ترقیاتی منصوبے بڑے زوروں پر ہیں اور زندگی کے ہر شعبہ کو بلند کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن ان ساری ترقیوں کے باوجود ایک قومی ضرورت ایسی ہے جس کی طرف ہمیں خود متوجہ ہونا ازبس لازم ہے وہ ہمارا اپنا کردار ہے۔

ہمارا اخلاق اس وقت ہی بلند ہو سکتا ہے جبکہ ہم اسلامی اصولوں کو اپنائیں رسولِ کریمؐ نے نجرانی عیسائیوں کو مسجد نبوی میں عبادت کرنے کی اس وقت اجازت دی جس وقت مسائلِ توحید پر بحث ہو رہی تھی اور مباحثہ سے بڑھ کر مباہلہ تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ لیکن موجودہ بعض علمائے دین کا عمل یہ ہے کہ ایک دوسرے کو اپنی اپنی مسجدوں میں نماز ادا کرنی تو درکنار پاؤں بھی نہیں رکھنے دیتے۔ پھر یہاں تک ہی بس نہیں تکفیر کے فتوے لگاتے ہیں۔ جب رسولِ کریمؐ کی تعلیم کی اشاعت کرنے والے ہی اس طرح کی نازیبا حرکات سے باز نہیں آتے تو عوام الناس کو خاک راہِ مستقیم بتلائیں گے۔ کیا آج کل کے مشاہدات اس کا ثبوت نہیں ہیں؟

مذہب اور اخلاق دو متضاد چیزیں نہیں بلکہ کردار مذہبی مضبوطی کا پہلا ستون ہے اور مذہب کی اشاعت میں اسے درجۂ اہم حاصل ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ سے کسی نے اخلاقِ رسولؐ کے متعلق دریافت کیا تو آپ رضؓ فرماتی ہیں "کیا تم قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرتے؟" اس نے عرض کی "میں قرآن مجید کی تلاوت تو کیا کرتا ہوں" آپ رضؓ نے فرمایا۔ قرآن نے جیسا آپ کا اخلاق بیان کیا ہے ویسا ہی ہے۔ کان خلقه قرآن (حدیث) وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ ٥ (قرآن)

کوئی منصوبہ خواہ کتنا ہی عظیم ہو وہ اس وقت تک قطعاً نامکمل رہتا ہے جب تک اس کو عملی جامہ نہ پہنایا جائے۔ اسے عملی صورت دینے کے لئے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو قومی مفاد کو مقدم سمجھیں اور وطن کی محبت کے جذبات سے سرشار ہوں۔ ایسے جذبات پیدا کرنے کے لئے بلند اخلاق کی ضرورت ہے اخلاق کوئی ایسی چیز نہیں جو خود بخود پیدا ہو جائے اس کے لئے شعور اور احساس کی ضرورت ہے۔ جب انسان میں صحیح شعور پیدا ہو جاتا ہے تو اپنے فرائض کی بجاآوری میں تساہل نہیں برتتا۔ گویا شعور اور احساس کا امتزاج ہی اخلاق کی تشکیل کرتا ہے۔ رسولِ خداؐ ایک عورت کا جنازہ دیکھتے ہیں اور دریافت کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت نماز، روزہ اور خیرات و صدقات تو بہت کرتی تھی لیکن اس کی بدزبانی کی وجہ سے اس کے ہمسائے بہت تنگ تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ "لازم ہو گئی" صحابہؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہؐ! کیا لازم ہو گئی؟ فرمایا۔ "جہنم"۔ اسی طرح ایک بلّی کو باندھ کر مارنے والی دوزخی عورت کا قصہ عام مشہور ہے۔

اسی طرح ایک اور عورت کی وفات کے بعد دریافت فرماتے ہیں کہ وہ کیسی تھی تو صحابہ کرامؓ عرض کرتے ہیں۔ وہ نماز، روزہ اور خیرات وغیرہ تو بہت کثرت سے ادا نہیں کرتی تھی البتہ اس کے اچھے اخلاق سے اس سے تمام لوگ خوش تھے تو فرمایا اس پر جنت لازم ہو گئی۔ اسی طرح ایک عورت نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تو وہ جنتی ہو گئی۔

رسولِ پاکؐ نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں (۱) جھوٹ بولتا ہے (۲) امانت میں خیانت کرتا ہے (۳) بدعہدی کرتا ہے۔

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۶-۸۱/۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۶۷۶/۳۹/۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۴۰-۱۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء